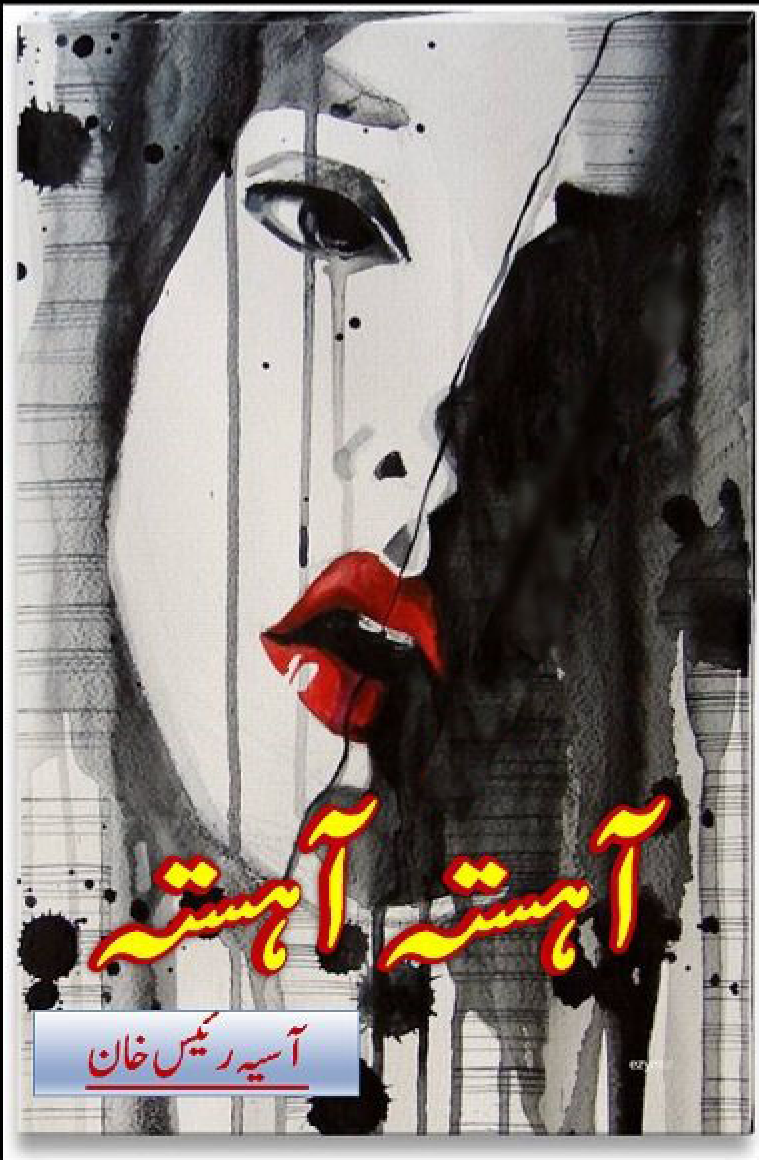
آہستہ آہستہ
آسیہ رئیس خان

ناول

آسیہ رئیس خان

آہستہ آہستہ

''السلام علیکم۔'' دروازہ بند ہونے کے چند ثانیے بعد اس کی طرف سلامتی کا پیغام آیا۔

نور نے جوابی سلامتی بھیجنے کی بجائے ہاتھ میں پکڑے کلچ پر پکڑ مزید مضبوط کی جس میں آنے والے پلوں میں اس کی سلامتی کا دارومدار بند تھا۔ گھر سے رخصتی کے بعد سے، اس نئے گھر میں پہلا قدم رکھنے اور پھر اس کمرے میں پہنچنے کے درمیانی وقفے میں، اسے کہاں بٹھایا گیا، کب اٹھایا گیا، کیا کہا گیا، کون کون سی رسمیں ہوئیں، اسے کچھ بھی یاد نہیں تھا۔ اس دوران اس کی ساری توجہ اور کوشش یہ تھی کہ کسی طرح کلچ میں پڑی دوا کی سٹریپ سے دو تین ٹکیاں نکال کر نگل لے جو عین رخصتی کے وقت ذکریٰ نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی شکل میں دھماکہ کرنے کے بعد اس کے کلچ میں رکھی تھی مگر اب یہ قیامت خیز گھڑی سر پر آن کھڑی تھی اور وہ دوائی کھانا تو دور، کلچ کھول بھی نہیں پائی تھی۔

امان نے اس کا گھونگھٹ اٹھایا تو وہ سوچوں میں ڈوبی اپنا نچلا ہونٹ چبا رہی تھی۔ امان نے گھونگھٹ پیچھے ڈال کر کھنکار کر گلا صاف کیا اور نور ''اٹینشن'' والی پوزیشن میں آ گئی۔ کچھ ہی دیر پہلے پر سکون ہوئے سینے میں پھر دھڑ دھڑ شروع ہو گئی۔ اے سی کی ٹھنڈک کے باوجود ہتھیلیاں تک پسینے میں بھیگ گئیں۔ شدت سے اس کا دل

کیا کہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر دوپٹہ پھینکے اور کمرے کے بیچ جا کر کھڑی ہو جائے۔ عروسی لباس، بستر پر پڑے پھول، کمرے کا خوابناک ماحول اور سامنے موجود جیتا جاگتا وجود، سب اسکی وحشت میں اضافہ کر رہے تھے۔

''میں جو کہنے جا رہا ہوں وہ آپ کے لئے غیر متوقع ہوگا۔'' امان صاف لہجے اور دھیمی آواز میں مخاطب ہوا۔ ''اور کسی حد تک شاکنگ بھی۔''

اپنی غیر ہوتی حالت کے باوجود بھی نور نے غیر ارادتاً ہی پٹ سے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ غیر متوقع تو یہ بالکل تھا۔ وہ اس سے بہت فاصلے پر بیڈ پہ ٹکا ہوا تھا۔

''میں بہت اسٹریٹ فارورڈ ہوں۔'' اس کی آنکھوں میں استعجاب دیکھ کر امان نے گویا اپنی پہلی اور عجیب بات کی وضاحت کی۔ ''میری بری عادتوں میں صاف گوئی اور ایمانداری بھی شامل ہیں۔'' وہ ذرا سا مسکرایا۔

''یا الٰہی خیر!'' نور کچھ دیر پہلے والا خوف بھول گئی۔ یہاں تک آنے کے بعد وہ اب واپس نہیں جا سکتی تھی۔

''یہ تو آپ جانتی ہیں کہ یہ میری دوسری شادی ہے لیکن آپ کو پہلی شادی ٹوٹنے کی وجہ کا علم نہیں ہے۔''

نور ساکت اس تمہید کی وجہ سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کر رہی تھی۔ وہ کسی طرح اس وقت فاسٹ فارورڈ کر کے اصل بات سننا چاہتی تھی۔ امان سیدھے اسے دیکھ کر بات کر رہا تھا اور نور کو اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ پہلی بار اتنے قریب بیٹھے شخص کو بنا کسی ''ہونی'' کے خود بھی یوں تکے جا رہی تھی۔

''شادی کے تین ماہ بعد ایک دن ہما نے کہا کہ میں اسے طلاق دے دوں کیونکہ جس شخص سے اسے محبت ہے، وہ واپس آگیا ہے اور اب ان دونوں نے شادی کرنی ہے۔ اس دن اس نے مجھے سب کچھ بتا دیا کہ کس طرح اس کے والدین نے اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی کی تھی اور یہ بھی کہ اس وقت ''وہ'' اس قدر ایمرجنسی میں انڈیا نہیں آسکتا تھا اور بھی بہت کچھ......'' وہ لحہ بھر رکا۔ ''خیر، اس تین ماہ کے دھوکے اور فریب کے بعد دوبارہ شادی کرنا تقریباً ناممکن سا لگتا تھا لیکن ہر کسی کی زندگی میں چند لوگ ہوتے ہیں جن کی محبت کے آگے وہ بے بس اور مجبور ہو جاتے ہیں۔ ڈیڑھ دو سال تک نہ نہ کرنے کے بعد مجھے بھی رابعہ اور مما کے آگے بے بس ہونا پڑا۔ آپ ذہن میں رکھیں کہ میں نے یہ شادی مجبوری میں نہیں کی ہے۔ بس مما اور رابعہ سے مزید وقت طلب کرنا مشکل تھا، وہی وقت میں آپ سے مانگ رہا ہوں۔'' شادی کی پہلی رات، دلہن سے یہ پہلی بات، اپنی اس

انوکھی خواہش کی صورت میں وہ بڑے پرسکون وسہل انداز میں کر رہا تھا۔ وہ بات کرنے سے قبل نروس تھا نہ ہی بات کا اختتام اس نے "ہاہ! بوجھ اترا۔" کے انداز میں کیا تھا۔

نئی نویلی دلہن سے اس نے ایک طویل تمہیدی تقریر، آغاز میں ذرا یہاں وہاں کی اور کچھ مزاج پرسی بھی ضروری نہیں سمجھی تھی۔ جب سیدھے مدعا بیان ہو سکتا ہے تو پھر کیوں فضول میں اپنا اور مقابل کا وقت وتوانائی برباد کرے۔ اسے پتہ ہی نہیں چلا پہلی رات اور پہلی بات میں ہی دلہن اس سے متاثر ہو گئی تھی۔ اس کی صاف گوئی اور ایمانداری کا تو پتا نہیں لیکن امان کا اعتماد اسے متاثر کر گیا تھا۔

"آپ مما اور رابعہ کی پسند اور خواہش ہیں اور یقین کریں ان کی خواہش کا احترام کرنا اور انہیں خوش رکھنا میری زندگی کی اولین ترجیح ہے۔ اگر مما بیمار نہ پڑتیں اور ایموشنل بلیک میل نہ کرتیں تو میں خود ذہنی طور پر تیار ہونے تک حامی نہ بھرتا۔"

ذرا دیر پہلے ان کلمات کو ذہن میں ترتیب دیتے وقت اس نے مقابل کا ردعمل اور اعتراضات بھی سوچ رکھے تھے اور ان کے جوابات کے لئے بھی خود کو تیار کر رکھا تھا۔ نئی نویلی دلہن کے لیے ظاہر ہے اس وقت اعتراض اور شدید ردعمل کے لیے کئی نقطے تھے۔ امان اپنی بات کہتے ہوئے اس کی طرف سے جوابی حملے کیلئے تیار تھا لیکن......

"تھینک یو۔" اس کی بات درمیان میں کاٹ کر نور کی زبان سے ادا ہونے والے ان دو لفظوں نے اطلاع دے کر اسے شاکنگ نیوز سنانے والے امان کو شاک کر دیا۔

✿......✿......✿

"امی! کچھ نہیں ہوگا۔ سو جائیں آپ۔" کمرے میں ٹہل ٹہل کر ہلکان ہوتیں آصفہ کو ذکریٰ نے کوئی تیسری بار کہا۔

"تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے اسے دوا کھلا دینا چاہیے تھا۔" آصفہ کی تسلی ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"کہہ تو رہی ہوں، موقع ہی نہیں ملا۔ ہر کوئی تاک میں تھا۔ ایسے میں کوئی دیکھ لیتا تو؟"

لاشعوری طور پر آصفہ کی ساری توجہ فون کی طرف تھی۔ انہیں لگ رہا تھا، بس ابھی فون کی رنگ ہو گی اور

دوسری طرف چیختی چلاتیں نور کی ساس ہو گی۔ ان کا احساسِ جرم رخصتی کے بعد گویا ایک دم جاگ گیا تھا۔ آخر انہوں نے ان لوگوں کو اندھیرے میں جو رکھا تھا۔ وہ اکیلی نہیں تھیں، مہمانوں سے بھرے گھر میں ہر کوئی اسی قسم کی خبر کا منتظر تھا۔ بہت سوں کو تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ واقعی نور بیاہ کر دوسرے گھر چلی گئی ہے۔ نور کا معاملہ خاندان میں کسی سے مخفی نہیں تھا۔

''امی! میں نے آپا کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا، وہ سنبھال لیں گی۔ آپ فکر نہ کریں۔'' ذکریٰ نے گود میں سوئی چندماہ کی داریہ کو بستر پر ڈالا۔

''وہ سنبھالنے والی اور سمجھدار ہوتی تو رونا کس بات کا تھا۔'' وہ تھک کر بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئیں۔ اس کی ایک ہی ضد تھی کہ پہلے ان لوگوں کو ساری بات بتا دی جائے اور کچھ گھنٹے پہلے تک وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ انہیں علم ہے۔ رخصتی سے پہلے ذکریٰ نے اس کو دوائی کی اسٹریپ دیتے ہوئے خبردار کیا تھا کہ اس کے سسرال والے لاعلم ہیں اور اب آصفہ کو ساری فکر یہی تھی کہ وہ سسرال میں پہلی بات یہ ہی نہ کر بیٹھے کہ میرے گھر والوں نے آپ سب سے ''یہ'' بات مخفی رکھی ہے۔

''آصفہ!'' بڑی خالہ باہر سے آواز دیتے ہوئے اندر آئیں۔ ''ڈھائی بج گیا ہے، سونا کہاں ہے؟ بتا دو اب۔''

''یہیں سو جائیں۔'' آصفہ اٹھ کر چادر درست کرنے لگیں۔ انہیں اب نیند کہاں آنا تھی۔ انہیں نور کی طرف سے کسی خبر کا انتظار تھا، اچھی یا بری۔

⚝ ...... ⚝ ...... ⚝

امان کی حیران شکل دیکھ کر نور نے دوبارہ کہا۔

''تھینک یو!''

اب کے امان کرنٹ کھا کر اپنی جگہ سے اچھلا تھا۔

''تمہیں بھی کسی اور سے محبت ہے؟'' وہ سارے تکلفات طاق پر رکھ کر تم پر اتر آیا۔

''بالکل نہیں۔'' نور نے زور سے انکار میں گردن ہلائی۔

"تو یہ شادی تمہاری مرضی سے نہیں ہوئی ہے؟" اس نے بے یقینی سے بالوں میں انگلیاں پھنسائیں۔

"تقدیر دوبارہ وہ ہی مذاق کیسے کرسکتی ہے؟"

"نہیں۔" نور کی "نہیں" نے اس کا چہرہ تاریک کردیا۔

"میرا مطلب ہے ہاں یعنی......" اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش میں اس نے مزید کنفیوژن پیدا کردیا۔

نور اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"یہ دیکھیں۔" اس نے کلچ کھول کر دوا کی اسٹریپ باہر نکالی۔

"ت......ت......تم خودکشی کرنے والی تھی؟"

"لاحول......بالکل نہیں۔"

امان اب پورے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے والا پرسکون اور پر اعتماد امان غائب تھا۔

"میری اچھی یا بری کسی بھی عادت میں صاف گوئی اور ایمانداری شامل نہیں ہے۔" کچھ منٹ سوچنے کے بعد نور مخاطب ہوئی تو امان رک کر اسے دیکھنے لگا۔ "لیکن میں آپ سے جھوٹ نہیں کہوں گی، آپ پلیز میری پوری بات سن لیں۔"

"پلیز......" وہ آگے بڑھ کر اس کے مقابل کھڑا ہوا تو وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ جسے محسوس کرکے امان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"مجھے کبھی کسی سے محبت نہیں ہوئی، نہ ہی مجھے آپ سے شادی پر کوئی اعتراض تھا، بس......" اس کے جملوں سے اس کے تنے عضلات ڈھیلے ہوئے ہی تھے کہ "بس" پر پھر تن گئے۔ کچھ توقف کے بعد وہ آہستگی سے بولی۔

"ایک طرح سے مجھے بھی آپ کی طرح بلیک میل کیا گیا ہے۔"

"تم بنا رکے، ایک ساتھ، ایک ہی بار میں پوری بات بتادو۔" امان کا صبر جواب دے گیا۔ اس نے اپنی بات کا ہر ممکنہ ردعمل سوچ رکھا تھا۔ بدترین صورتحال میں اس نے سوچا تھا زیادہ سے زیادہ دو طمانچے پڑ سکتے ہیں مگر یہ صورتحال تو طمانچوں سے بھی بدترین تھی۔

"آپ کی پہلی شادی راز نہیں ہے لیکن آپ میرا راز نہیں جانتے ہیں۔ میرا بچپن سے طے شدہ رشتہ ٹوٹا، اس

کے بعد خاندان اور جان پہچان والوں نے کبھی اس مقصد سے میرے گھر کا رخ نہیں کیا۔ کہیں بات چلی بھی تو آگے نہیں بڑھ پائی۔ ان شارٹ اٹھائیس سال عمر کی باوجود بھی میری کہیں شادی نہیں ہو پائی تو اس کی وجہ میری میڈیکل کنڈیشن ہے جسے ڈاکٹرز نے پینک ڈس آرڈر تشخیص کیا ہے۔" اس نے ایک ساتھ، ایک بار اور ایک سانس میں بات ختم کی۔ اضطراری انداز میں انگلیاں مروڑتے ہوئے اس کی نظریں امان کے جوتوں پر تھیں۔

"کوئی میرے قریب آتا ہے یا چھوتا ہے تو مجھے پینک اٹیک آجاتا ہے۔" امان بنا پلکیں جھپکے اسے گھور رہا تھا۔ اس کے دلہناپے کے روپ پر بات کرتے ہوئے اداسی چھا گئی تھی۔ اندر مچی اتھل پتھل کے باوجود امان نے اس تغیر کو خوب محسوس کیا۔

"یہ دوائی ڈاکٹر نے تجویز کی تھی۔ سب کا خیال تھا کہ اس کے بعد میرا وہ حال نہیں ہوگا یعنی پینک اٹیک نہیں آئے گا۔ مجھے آپ کی ہر بات پر یقین ہے۔ آپ بھی پلیز میرا یقین کریں کہ میں نے اسی شرط پر شادی کے لئے اقرار کیا تھا کہ آپ کی فیملی کو سب بتا دیا جائے یہ تو مجھے رخصتی کے وقت علم ہوا کہ آپ اور آپ کی فیملی کچھ نہیں جانتے ہیں۔ وقت صرف آپ کو ہی نہیں مجھے بھی چاہئے اس لئے میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا تھا۔" نور نے بات ختم کر کے ڈرتے ڈرتے نگاہ اٹھائی۔ امان کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔ اس کی نظریں بھی جوتوں سے ہٹ کر اس کے ساتھ ساتھ ٹہلنے لگیں۔

"آہ مما! ایک بار پھر ہم سب کے ساتھ دھوکا ہوا۔" اس نے دکھ سے سوچا۔ اس کا ذہن بلیٹ ٹرین کی رفتار سے دوڑ رہا تھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے اسٹول پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کا دایاں پیر مسلسل ہل رہا تھا۔ اس کی ذہنی کشمکش کا یہ مظاہرہ نور کو ہولا رہا تھا۔ سفر کا آغاز سچ کے ساتھ کرنے کا اس کا فیصلہ برجستہ تھا۔ چند گھنٹوں قبل تک وہ مطمئن تھی کہ سب جانتے ہوئے وہ لوگ بارات لے کر آئے ہیں۔ رخصتی کے وقت ذکریٰ نے اس کے کان میں سرگوشی کر کے وہ بم پھوڑا تھا۔ اب وہ دل ہی دل میں مشکل اور آفت کے وقت پڑھی جانے والی دعاؤں کا ورد کیے جا رہی تھی۔ امان کسی نتیجے پر پہنچ کر فیصلہ کن انداز میں کھڑا ہوا۔

"الٰہی خیر!" اپنی جگہ کھڑے کھڑے ہی اسے لگا وہ پل صراط سے گزر رہی ہے۔

"میں یہ سب مما اور رابعہ سے شیئر نہیں کر سکتا۔ اس شادی سے نارمل میرڈ لائف کی توقع نہ تمہیں تھی نہ مجھے۔

کم از کم فوراً تو نہیں۔" وہ سوچ سوچ کر بول رہا تھا۔" ہم دونوں کو وقت چاہیے، تو ہم یہ فاصلہ قائم رکھتے ہیں۔"
اس نے ان دونوں کے درمیان خلا میں اشارہ کیا۔" لیکن اس کمرے کے باہر ہمیں سب نارمل شو کرنا ہوگا۔"
نور نے اثبات میں گردن ہلائی۔ امان بے یقینی سے اسے دیکھ (گھور) رہا تھا۔ پھر خود ہی سر جھٹک کر خود کو یقین دلایا کہ یہ خواب نہیں ہے۔

" ان بیلیویبل!" وہ خود کلامی کرتے ہوئے الماری کی طرف مڑا، کپڑے نکالے اور غسل خانے کی طرف بڑھا پھر کچھ سوچ کر دروازے کے قریب جا کر پلٹا۔

" یہ شادی میں نے مما اور رابعہ کی خواہش اور خوشی کیلئے کی ہے اور یہ......" وہ دھوکا یا فریب جیسے لفظ استعمال کرتے ہوئے رک گیا۔" یہ بھی ان کے لئے ہے، سو پلیز یہ ہمیشہ یاد رکھنا۔" وہ دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

" ہاہ۔" وہ جو کب سے دم سادھے کھڑی تھی، لمبی سانس خارج کر کے پلنگ پر ڈھے سی گئی۔ ذہن ایک دم خالی ہو گیا تھا۔ وہ اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل تک آئی اور زیور اور چوڑیاں اتارنے لگی۔ پہلا مرحلہ کسی بھی" ہونی" کے بنا ہی گزر گیا تھا اور آئندہ کے لئے حادثات کے امکانات ٹل گئے تھے۔ جو خوف کسی عفریت کی طرح اس کے سر پر منڈلا رہا تھا وہ فی الحال ٹل گیا تھا۔ جذباتی تناؤ اور کشاکش بھی اب معدوم تھی۔ وہ بڑی دیر بعد پر سکون ہوئی تھی۔

" مگر کب تک؟" اس نے آئینے میں خود سے سوال کیا۔ تھکا دماغ اب اور الجھنے کو تیار نہیں تھا۔ سستی سے جمائی لیتے ہوئے اس نے مزید سوچنے سے معذرت کر لی۔ میک اپ صاف کرنے کے بعد اس نے بیگ کھول کر تبدیل کرنے کے لئے کپڑے نکالے۔ اس نے شب خوابی کے لباس کی بجائے سادہ سا شلوار کرتا نکالا تھا۔ وہ بیگ بند کر رہی تھی تب امان باہر نکلا۔ نور کی طرف دیکھے بغیر اس نے جانماز بچھائی اور نماز کیلئے کھڑا ہو گیا۔

" گڈ!" غسل خانے کا دروازہ بند کرتے ہوئے نور نے دل ہی دل میں کہا۔ بڑے آرام آرام سے کپڑے تبدیل کر کے وہ غسل خانے سے باہر آئی تو امان نے نماز پڑھ لی تھی۔

" رہنے دیں۔" اسے جانماز اٹھاتے دیکھ کر نور نے روکا۔" میری بھی عشاء باقی ہے۔"

امان نے جانماز ایسے ہی چھوڑ دی۔ نور نے نماز کی نیت باندھی تو امان نے بستر پر لیٹ کر اس کی طرف

پشت کر لی۔

"گڈ۔"

نماز کے بعد وہ لمبی دعا کرنا چاہتی تھی مگر نیند اس قدر غالب تھی کہ سوچ ایک جگہ مرکوز ہی نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے جانماز تہہ کر کے اٹھا کر رکھ دی۔ امان اس کی طرف پشت کیے لیٹا تھا۔ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ کمرے کے درمیان میں دیوار سے لگا بیڈ تھا۔ اس کی دائیں طرف غسل خانے کا دروازہ تھا۔ درمیان میں تقریباً چار فٹ کی جگہ تھی۔ بیڈ کے بائیں طرف اتنے ہی فاصلے پر ڈریسنگ ٹیبل تھا۔ بیڈ کے سامنے والی دیوار کے ساتھ وارڈ روب نما بڑی سی الماری تھی۔ اس کے ساتھ کھڑکی کے پاس چھوٹا سا ٹیبل تھا جس پر امان کا آفس بیگ، لیپ ٹاپ اور کتابیں وغیرہ تھیں۔ الماری اور پلنگ کے بیچ اتنی جگہ تھی کہ وہ آرام سے وہاں سو سکتی تھی۔ ابھی وہ جائزہ لینے میں ہی مصروف تھی کہ امان اٹھا، اس کے پاس سے گزر کر الماری کھولی اور اوپر والے خانے سے کمبل نکال کر پلنگ کے دوسرے سرے پائنتی پر ڈالا۔

"کسی فلمی سین کی ضرورت نہیں ہے۔ بیڈ اتنا بڑا ہے کہ ہم دونوں آرام سے یہاں وہاں سو سکتے ہیں۔" اس نے پلنگ کے دونوں کناروں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ نور ہنوز اپنی جگہ جمی تھی۔

"کیسے؟" اس نے ہول کر دل میں سوچا مگر امان جیسے اسکا سوال سن چکا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑتے دیکھ کر امان کو غصہ آنے کی بجائے اس پر ترس آنے لگا۔ صالحہ ہمیشہ کہا کرتی تھیں کہ اچھے لوگوں کی نشانی ہے کہ وہ اپنی ذات سے کسی کو پریشان نہیں دیکھ سکتے۔

"میں جس پوزیشن میں سوتا ہوں صبح اسی پوزیشن میں بیدار ہوتا ہوں، ڈونٹ وری۔" وہ اپنی جگہ لیٹ گیا۔ نور ویسے ہی کھڑی رہی۔ امان چند پل منتظر رہا کہ وہ دوسری طرف آ کر لیٹ جائے گی۔

"لعنت ہے ایسی اچھائی پر۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔

"تمہاری مرضی اور اجازت کے بغیر...... قریب نہیں آؤں گا، یہ وعدہ ہے۔" اس کے سفید پڑتے چہرے پر نظر جمائے اس کی آواز خود بخود نرم ہو گئی تھی۔ "اگر ہمیں اس طرح، ایک ساتھ، ایک کمرے میں رہنا ہے تو ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا پڑے گا، کوئی اور چارہ نہیں ہے، سو ٹرسٹ می۔"

نور نے بمشکل اقرار میں گردن ہلائی۔ وہ چند ثانیے اسے دیکھتا رہا۔ نور کو لگا وہ پھر کچھ کہے گا مگر وہ لیٹ گیا۔ نور کی بھٹکتی نظر ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے کلچ پر پڑی۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل تک آئی اور بنا پانی کے ہی ایک ٹکیہ نکال کر نگل لی۔ ڈرتے ڈرتے وہ پلنگ کے بالکل کنارے پر آ کر لیٹ گئی اور امان کی طرف پشت کر کے کمبل منہ تک تان لیا۔ دل زوروں سے دھڑک رہا تھا اور بدن کانپنے لگا تھا۔ وہ لمبی لمبی سانس لے کر خود کو قابو کرنے لگی۔

''ڈارک یا نائٹ بلب؟'' امان کا سوال آیا۔

ویسے تو اسے اندھیرے میں سونے کی عادت تھی مگر اس خطرناک صورتحال میں اندھیرا...... بالکل نہیں۔

''نائٹ بلب۔'' نور کا جواب سن کر امان نے ہاتھ بڑھا کر لائٹس بند کی اور نائٹ بلب آن کیا۔ اس قدر انوکھی پہلی رات کے باوجود بھی چند منٹوں بعد وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی طرف پشت کیے گہری نیند سو چکے تھے۔

''بھابھی...... بھابھی......'' نور نے کسمسا کے آنکھیں کھولیں۔ رابعہ اس پہ جھکی اسے اٹھا رہی تھی، وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

''آپکی بھابھی کا فون آیا تھا۔ وہاں سے وہ لوگ نکل گئے ہیں۔ ناشتہ لے کر آ رہے ہیں۔ آپ بھی جلدی سے تیار ہو جائیں۔''

نور نے شرمندہ سی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔ رابعہ چلی گئی تو اس نے گھڑی دیکھی۔ دس بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔

''یا اللہ! اتنا بے خبر سوئی میں۔'' وہ کمبل ہٹا کر پلنگ سے اتری۔ کمبل تہہ کر رہی تھی تب تولیے سے بال پونچھتے ہوئے امان غسل خانے سے باہر نکلا۔ بنا سوچے سمجھے ہی اس نے سلام کر ڈالا۔

''وعلیکم السلام!'' اس کی بے اختیاری محسوس کر کے امان نے مزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔ وہ خجل سی ہو کر اپنے ہینڈ بیگ میں ٹوتھ برش تلاش کرنے لگی۔

''یہ تمہارے لئے تھا۔'' رائٹنگ ٹیبل کی دراز سے ایک لمبا سا باکس نکال کر امان نے اس کی طرف بڑھایا۔

نور نے باکس لے کر کھولا۔اس میں نازک، خوبصورت سا بریسلیٹ تھا۔نور نے باکس بند کر کے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اور غسل خانے کی طرف بڑھ گئی۔امان الماری کھول کر کپڑے منتخب کرنے لگا۔

گھر سے بھابھی اور ذکریٰ کے ساتھ چاچا کی صدف اور پھوپھو کی مائرہ بھی تھیں۔سب کی ٹٹولتی اور جانچتی نظریں اسے غصہ دلا رہی تھیں۔امان کا رویہ لیا دیا سا تھا۔وہ رابعہ کے شوہر شہروز کے ساتھ بیٹھا تھا۔ذکریٰ اسے تنہائی میں لے جا کر بات کرنا چاہتی تھی۔اشاروں، کنایوں میں کتنی بار کہہ چکی تھی مگر نور نظرانداز کر کے سب کے درمیان ہی بیٹھی رہی۔جس طرح سب نے اسے اندھیرے میں رکھا تھا اور عین رخصتی کے وقت بتایا تھا، وہ بہت ناراض تھی۔اسے یقین تھا ابو کو بھی اس کی طرح اندھیرے میں رکھا گیا ہے۔جاتے ہوئے اس کو گلے لگا کر بھابھی نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''سب ٹھیک ہے ناں؟''

وہ صرف ہنکارہ بھر کے رہ گئی۔ویسے بھی امان، صالحہ اور رابعہ کے نارمل برتاؤ سے ان کی تسلی ہوگئی تھی۔

''دوپہر ہونے آئی ہے، اٹھو اب سب، کھانا بھی بنانا ہے۔'' ان سب کے جانے کے بعد انہیں یوں ہی جمے دیکھ کر صالحہ نے آ کر ٹوکا۔رابعہ کے ساتھ اس کی تین کزنز بھی تھیں۔دو خالہ زاد تھیں اور ایک پھوپھو کی بیٹی۔ سارے رشتے دار اسی شہر میں رہتے تھے اور سب ہال سے ہی اپنے اپنے گھر چلے گئے تھے۔

''جلدی جلدی سب نپٹاؤ ورنہ شام ہال پہنچنے میں دیر ہوگی۔''

شام میں ولیمہ تھا۔وہ سب اٹھ گئیں۔رابعہ کا ایک سالہ بیٹا اسے چھوڑنے کیلئے تیار نہیں تھا۔

''اسے میرے پاس دے دیں۔'' نور نے گول مٹول سے عثمان کے سامنے چٹکی بجا کر اپنی طرف متوجہ کیا۔

''ارے نہیں۔آپ کو تنگ کرے گا۔بہت بدمعاش اور بڑے مزاج والا ہے یہ۔'' رابعہ نے کاندھے پر ڈال کر تھپک کر اسے سلانے کی کوشش شروع کی۔''جلدی جاتا ہی نہیں ہے کسی کے پاس۔''

عثمان مچل مچل کر کاندھے سے اترنے میں مصروف تھا۔

''اسے سونا نہیں ہے۔'' نور نے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

''آجاؤ۔ویسے راز کی بات ہے بچے میرے پاس آرام سے بہل جاتے ہیں۔'' نور نے عثمان کی زبان میں

دو تین باتیں کیں تو وہ لپک لپک کر کے اس کے ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔

''دیکھا'' اسے بازوؤں میں لیتے ہوئے وہ فخر سے رابعہ کو دیکھ کر بولی تو وہ مسکرا دی۔

''میرے بیٹے کو ممانی پسند آ گئی ہے۔'' ان دونوں کو چھوڑ کر رابعہ وہاں سے اٹھ گئی۔ نور اور عثمان کا شغل جاری تھا۔

''امان!'' وہ اس کی دائیں کلائی میں جھولتے بریسلیٹ پر نظر لگائے تھا کہ صالحہ کی آواز پر چونکا۔ صالحہ اس کی محویت پر مسکرا رہی تھیں۔ وہ ذرا سا خجل ہو گیا۔

وہ ان دونوں سے مخاطب ہوئیں۔

''تم شہروز کے ساتھ جا کر ایک بار ہال کا چکر لگا آؤ۔''

ولیمہ چونکہ دوسرا تھا اس لیے صرف خاندان والے ہی مدعو تھے اور خاندان ہی کافی لمبا چوڑا تھا۔ امان اور رابعہ کے والد کا انتقال ان کے بچپن میں ہی ہو گیا تھا مگر ایک تایا، ایک چچا اور دو پھپھیوں سے ان کے تعلقات پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا تھا۔ کئی اتار چڑھاؤ آئے تھے مگر ہر خاندان کی طرح کھٹاس اور مٹھاس کی آمیزش والے تعلقات اور رشتے قائم تھے۔ ننھیال مختصر تھا۔ ایک خالہ اور ایک ماموں۔ ولیمہ میں نور کا بھی سارا ہی خاندان مدعو تھا اور وہ بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ ولیمہ تو بہانہ تھا۔ زیادہ تر اس کا تماشہ دیکھنے آئے تھے۔

''ہمیں ''آل از ویل'' شو کرنا ہے اور تم چہرے سے ہی ٹینس لگ رہی ہو۔'' رابعہ ذرا دیر پہلے اسے امان کے بغل والی کرسی پر بٹھا کر گئی تھی۔ امان کی بات پہ وہ اور پریشان ہو گئی۔

''کیسے شو ہو گا ''آل از ویل''؟'' وہ سر اٹھا کر الٹا اسی سے پوچھ بیٹھی۔

نور کی فیملی نے اتنی اہم اور بڑی بات نہ بتا کر انہیں گمراہ کیا تھا۔ یہ فریب تھا اور اس کا غصہ ہونا لازمی تھا مگر اسے پیچیدگیاں پسند نہیں تھیں۔ نہ زندگی میں نہ ذہن میں۔ اس کی سوچ، مقصد اور ترجیحات ہمیشہ بہت واضح ہوتی تھیں۔ نور کی فیملی سے باز پرس اور ناراضگی کے اظہار کا خیال اسے بھی آیا تھا لیکن فی الحال اس کی اولین ترجیح صالحہ اور رابعہ کی خوشی اور ان کا اطمینان تھا اور پھر نور کی حق گوئی اور اپنے گھر والوں کی غلطی کا اقرار تھا جس نے

اسے کسی بھی قسم کے شدید ردعمل سے روکے رکھا تھا۔ ہما کی فریب کے بعد اس کے لئے کسی پر بھی آنکھ بند کر کے یقین کرنا ناممکن تھا لیکن جس طرح نور نے انجام کی پرواہ کیے بنا، جرأت مندی سے اسے ساری بات بتادی تھی۔ اس کی یہ جرأت حالات کو اس کے حق میں کر گئی تھی۔ امان پہلے ہی اس سے کچھ وقت مانگ چکا تھا۔ وہ چاہتی تو آرام سے ساری بات چھپا جاتی اور اوپر سے اس پر اس کی بات مان لینے کا احسان بھی جتا سکتی تھی۔ اس کی اس کمزوری کا فائدہ اٹھا سکتی تھی، اسے اپنے مطلب کے لئے استعمال کر سکتی تھی مگر اس نے پہلے مرحلے پر ہی سچ کا انتخاب کیا تھا۔ ایک حسین دھوکے کے بعد اس رشتے میں امان کے لئے سب سے ضروری اور اہم تھا شفافیت اور ایمانداری اور نور نے پہلے مرحلے پر ہی ان دونوں مظاہرہ کیا تھا۔

''کیا ہوا؟'' اس کی اتنی لمبی خاموشی سے ہولتی نور نے آہستہ سے پوچھا۔

''تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔'' اس کی گھمبیر سرگوشی بالکل غیر متوقع تھی۔ اس کا چہرہ سرخ ہوا، پلکیں لرزنے لگیں اور ہونٹ کپکپا کر رہ گئے۔

''اس طرح......'' امان نے شہادت کی انگلی اس کے چہرے کے قریب کی۔ ''اس طرح شو ہوگا'' آل از ویل۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔ نور نے شکایتی نگاہ اس پر ڈال کر سرخ ہوتا چہرہ جھکا لیا۔ امان نے ذرا سا جھک کے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ بھی ہنس دیا۔ یہ سارا منظر کتنی ہی آنکھوں نے دیکھا اور حیران ہوگئیں۔ اسٹیج کی طرف آتی علینہ کو لگا پیروں کے نیچے کانٹے بچھ گئے ہوں۔ وہ ان دیکھے کانٹوں پہ چل کر ان تک پہنچی۔

''جوڑی تو بڑی شاندار لگ رہی ہے۔ اب اسے سنبھال کر رکھنا۔'' نور کا تنقیدی جائزہ لے کر وہ امان سے مخاطب ہوئی۔ اس نے جواباً بڑی دلنشیں مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجالی۔

''مزے ہیں تمہارے تو، کچھ لوگوں کو ایک بار بھی چانس نہیں ملتا اور تمہیں دو دو بار حسین دلہنیں مل گئیں۔'' سالوں کے تجربے کے بعد اس نے سیکھا تھا، علینہ کے مقابل خاموشی سب سے اچھا ہتھیار ہے۔

''ویسے میں اس بار تمہاری قسمت پر رشک کرنے کی جلدی نہیں کروں گی۔'' چبھتی نگاہوں سے نور کو دیکھتی علینہ کا طنز اسے اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

''تم نے اسے بتایا اپنی پہلی بیوی کے بارے میں؟'' وہ فرصت سے اسٹیج پر جمے رہنے کے ارادے سے اوپر

چڑھی تھی۔" کہ وہ کسی اور کے لیے تمہیں چھوڑ کر چلی گئی۔"

وہ مسکرا کر اس کی باتیں سن رہا تھا اور اس کے یہ ہی انداز علینہ کو مزید آگ لگاتے تھے۔

"علینہ باجی!" دور کھڑی رابعہ نے اس کا ارادہ بھانپ کر اسے آواز دے کر اسٹیج سے نیچے آنے کا اشارہ کیا۔"تائی امی آپ کو بلا رہی ہیں۔"

امان کو اپنی چھوٹی بہن پر بڑا پیارا آیا۔وہ اپنے طریقے سے ہمیشہ اسے علینہ سے بچانے کی کوشش کرتی تھی۔

"اس سے ہمیشہ بچ کے رہنا، یہ وہ چنگاری ہے جو کبھی بھی، کہیں بھی آگ لگانے میں ماہر ہے۔" امان کی بات پر نور نے اسٹیج سے اترتی علینہ کو غور سے دیکھا۔اس قسم کی چنگاریوں سے اس کا خاندان بھرا پڑا تھا اور اس کی زندگی کا زیادہ تر حصہ ان چنگاریوں سے بچنے سے ہی تعبیر تھا۔

"کون ہیں یہ؟" علینہ سے نظر ہٹا کر نور نے امان سے پوچھا۔

"کزن، تایا جان کی بیٹی۔" امان نے مختصر سا جواب دیا۔تبھی مائرہ اور صدف آ گئیں۔

"ماشاءاللہ! آپ دونوں کو دیکھ کر لگتا نہیں ہے کہ کل ہی پہلی دفعہ ملے ہیں۔" صدف عادت سے مجبور تھی۔ نور کے متعلق بات کرتے ہوئے اس کا لہجہ یوں ہی طنزیہ ہو جاتا تھا۔

"اس کا کریڈٹ آپ کو ملنا چاہیے۔" مائرہ نے مسکرا کر صدف کے لہجے کا اثر زائل کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔ورنہ نور الصباح کو تو ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔" اپنی بات پر وہ خود ہی ہنسنے لگی۔نور کے چہرے کا بدلتا رنگ امان سے مخفی نہیں تھا۔

"اگر دو اجنبی شادی کے اگلے دن ہی آپ کو ماشاءاللہ کہنے پر مجبور کر دیں تو یقیناً اس کا کریڈٹ دونوں کو ملنا چاہیے۔کیوں نور؟"

دونوں کو حیرت کا جھٹکا لگتا۔امان کی بات اور پھر "نور"۔وہ ہر جگہ نور الصباح ہی کہلاتی تھی۔کبھی کوئی اس کا مختصر نام لیتا بھی تھا تو نور ٹوک دیا کرتی تھی۔اپنی حیرت چھپانے کی کوشش میں مسکراتی مائرہ اور صدف کو دیکھ کر اسے بڑا مزہ آیا۔اس نے تائیدی تبسم لبوں پہ سجا کر دونوں کا مزید دل جلایا۔ان دونوں کو باقیوں کو سنانے کی جلدی تھی سو وہ رکیں نہیں۔

"تھینک یو۔" اسے اندازہ بھی نہیں تھا۔انجانے میں اس نے اسے کیسا سرخرو کیا تھا۔

"میں اور رابعہ بھی اس قسم کے چند کزنز کو جھیلتے آرہے ہیں۔"

جانے سے پہلے امی ابو نے اسے گلے لگا کر دعائیں دیں تو اندر سرائیت کرتی وحشت کو پوری توانائی سے پرے دھکیل کر وہ مسکرائی تھی۔ابو کا مطمئن چہرہ دیکھ کر اس نے باقی سب سے اپنی ناراضگی کا اظہار بھی ملتوی کر دیا تھا۔گھر کے سکون اور ابو کی خاطر ہی تو وہ سالوں سے دل پہ جبر کیے سب کے ساتھ نارمل رویہ رکھے تھی۔اب بھی اس نے ابو کی خاطر لب سی لیے تھے۔

⁂

رابعہ اسے لے کر کمرے میں آئی تو وہ کپڑے تبدیل کر کے ٹی وی لگائے بیٹھا تھا۔انہیں دیکھتے ہی فوراً رابعہ سے کافی بنانے کو کہا۔

"ارے،تو آپ آواز دے دیتے۔" وہ کافی کا طلبی تھا۔"اتنی دیر سے کیا میرے آنے کا انتظار کر رہے تھے؟"

رابعہ فوراً ہی چلی گئی۔

"جس طرح سے تم نے بریسلیٹ رکھا تھا، مجھے لگا تھا کہ تم اسے نہیں پہنو گی۔" میک اپ صاف کرتے ہوئے، ولیمے کے واقعات ذہن میں دہراتے ہوئے، وہ جو اس کی موجودگی فراموش کر بیٹھی تھی، اس کی آواز پہ ٹھٹک گئی۔

"آپ نے ہی تو کہا تھا، یہ میرے لئے ہے۔" آئینے میں امان کے عکس کو دیکھتے ہوئے وہ حیرانی سے بولی۔"آپ نہیں چاہتے تو میں اتار دیتی ہوں۔" وہ بریسلیٹ کا لاک کھولنے لگی۔

"نہیں، پہنے رہو۔" وہ جلدی سے بولا۔"یہ تمہارا ہی ہے۔"

نور نے دوبارہ آئینے میں اسے دیکھا۔اب وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میرے خیال تھا تم نہیں پہنو گی۔مگر تم نے پہنا...... مجھے اچھا لگا۔" اسے شاید یوں ہی حیران کر دینے کی عادت تھی یا یہ ہی وہ ایمانداری اور اسٹریٹ فارورڈنیس تھی جس کا اس نے اول روز ذکر کیا تھا۔نور نے نظروں کا

زاویہ بدل لیا۔

"یہ لیں آپ کی کافی۔" رابعہ نے امان کو مگ تھمایا اور دوسرا اس کی طرف بڑھایا۔"میں نے آپ کیلئے بھی بنائی ہے۔"

"پہلے میں چینج کرلوں۔" وہ کھڑی ہوئی۔

"پہلے کافی لے لو، ٹھنڈی ہو جائے گی۔" امان کی بات پر اس نے مگ تھام لیا۔

"آپ عادت ڈال لیں بھابھی۔ بھائی کافی اور کافی پیتے ہوئے کمپنی کے بڑے شوقین ہیں۔" رابعہ نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔کافی سے فارغ ہو کر کپڑے تبدیل کر کے جب وہ سونے کیلئے لیٹی تو اس کی کلائی میں وہ بریسلیٹ ہنوز موجود تھا۔

صالحہ ریٹائرڈ لیکچرر تھیں۔شوہر کے انتقال کے بعد انہوں نے جاب کے ساتھ ساتھ مزید تعلیم حاصل کی تھی اور کسی بھی رشتہ دار کی مالی مدد لیے بنا ہی دونوں بچوں کی پرورش کی تھی۔ان کی اس درجہ خودداری نے کئی لوگوں کو ناراض بھی کیا تھا۔کسی نے اسے صالحہ کا غرور، تو کسی نے اسے صالحہ کی بدمزاجی گردانا مگر وہ مستقل مزاج رہیں۔وہ نہیں چاہتی تھیں کہ لوگوں کے احسانوں تلے ان کے بچوں کی شخصیت دب کر رہ جائے۔ بعد میں ان کی اس مستقل مزاجی نے ہی ناراض رشتوں کو دوبارہ راضی کر لیا تھا۔ پھر امان کے لئے انہوں نے بھانجیوں اور بھتیجیوں کو چھوڑ کر کسی غیر خاندان کی لڑکی کا انتخاب کیا تو بنتے معاملات پھر بگڑ گئے۔امان کی طلاق کے بعد صالحہ کی کوششوں سے پھر فاصلے مٹ گئے تھے۔نور کا رشتہ بھی تائی جان کے کسی جاننے والے کے توسط سے ہوا تھا۔

صالحہ اور رابعہ ان کے ہنی مون کے پیچھے پڑی تھیں۔چونکہ یہ چٹ رشتہ اور پٹ شادی والا معاملہ تھا اس لئے امان کے پاس کافی مضبوط بہانہ تھا کہ شارٹ نوٹس پہ اسے لمبی چھٹی نہیں مل سکتی ہے۔اس لیے فی الحال یہ معاملہ امان کی لمبی چھٹی ملنے تک آگے بڑھ گیا تھا۔

"آج شام میں بھابھی نے ہمیں ڈنر پر انوائٹ کیا ہے۔" ناشتے کے دوران صالحہ نے کہا۔ ویسے کے دو دن بعد سے ہی امان آفس جا رہا تھا۔

''ہمیں بھی بلایا ہے؟'' شہروز نے پوچھا۔ وہ بھی اسی بلڈنگ رہتے تھے۔ چونکہ رابعہ ابھی صالحہ کی طرف ہی تھی تو وہ بھی آفس جانے سے پہلے ناشتہ ادھر ہی کرتا تھا۔ رابعہ کے ساس اور سسران دنوں بڑے بیٹے کے پاس شارجہ میں تھے۔

''ہاں، خاص طور پر تمہارا نام لیا ہے۔'' صالحہ کی جگہ رابعہ نے جواب دیا۔ وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔ شہروز اس قسم کی فیملی گیدرینگز سے دور بھاگتا تھا۔

''امان! تم نورالصباح کو وہاں سے اس کی امی کی طرف ڈراپ کر دینا۔'' صالحہ امان سے مخاطب ہوئیں۔ ''آصفہ کا فون آیا تھا کہہ رہی تھیں، کچھ دنوں کیلئے نورالصباح کو رہنے دیں اور سچ بھی ہے ابھی تک نورالصباح وہاں رہنے کے لئے گئی ہی نہیں ہے۔''

''تائی امی کی طرف جانا ضروری ہے؟ کوئی بہانہ بنا دیں۔''

''کیوں؟ بہانے کی کیا ضرورت؟ اور یہ دعوتیں تو ابھی چلتی رہیں گی۔''

''دیکھتے ہیں۔'' امان کا انداز ٹالنے والا تھا۔

''بھائی! انکار نہیں کریں، چلیں۔ کیوں نہ جا کر خواہ مخواہ ایشو بنانے کا موقع دیں؟'' رابعہ نے کہا۔ امان صرف سر ہلا کر رہ گیا۔

''چلو مجھے بھی راستے میں اسٹیشن ڈراپ کر دینا۔'' وہ کھڑا ہوا تو شہروز بھی کھڑا ہو گیا۔

دونوں کے جانے کے بعد نور نے ٹیبل سمیٹا۔ عثمان اٹھ گیا تو رابعہ اس میں مصروف ہو گئی تھی۔ وہ دونوں ہی اسے کام کرنے سے روکتی تھیں کہ کچھ دن آرام کر لو پھر تمہیں ہی کرنا ہے مگر وہ کچھ نہ کچھ کرتی رہتی۔ وہ دونوں ہی سلجھی ہوئی اور سمجھدار تھیں۔ دونوں بہن بھائی، ماں سے بہت قریب تھے۔ ان تینوں میں کمال کی انڈرسٹینڈنگ تھی۔ صالحہ اسے امان کے ددھیال والوں کے متعلق بتا رہی تھیں تب ہی ان کا فون بجا اور ایک رنگ کے بعد خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد پھر ایسا ہی ہوا۔ صالحہ نے مسکرا کے فون اٹھایا اور ایک نظر اسکرین پر ڈال کر فون واپس رکھ دیا۔

''یہ امان کی بڑی پکی اور پرانی عادت ہے۔'' صالحہ نے اس کی الجھن دور کی۔ ''جب بھی گھر میں کوئی بات

ادھوری چھوڑ کر جاتا ہے تو ایسے ہی کرتا ہے۔ اگر اس کا جواب مثبت ہو تو یوں ہی فون پہ دو رنگ دیتا ہے۔"

وہ اب بھی سمجھ نہیں پائی تھی۔

"بھابھی کے یہاں ڈنر پر جانے کیلئے یہ اس نے "ہاں" کہا ہے۔" صالحہ کو وضاحت کرنی پڑی۔ "یہ اس کا مخصوص سگنل ہے۔ کالج کے زمانے سے اس کی یہ عادت ہے۔"

"تم اپنا بیگ تیار کر لینا۔ کچھ دن رہ آؤ اپنی امی کے یہاں۔" ساس بڑی محبت سے آفر کر رہی تھی مگر اس کا بالکل ارادہ نہیں تھا۔

✿......✿......✿

تایا جان کی فیملی بھی اندھیری مشرق میں ہی رہتی تھیں۔ اس لیے جانے کی کوئی جلدی نہیں تھی۔ امان کے آفس سے آنے کے بعد صالحہ نے اسے اور رابعہ کو تیار ہونے کو کہا تو وہ کپڑوں کے انتخاب میں مدد کے لئے رابعہ کو ساتھ لے کر آئی تھی۔ وہ دونوں الماری کھولے "یہ نہیں وہ" کر رہی تھیں کہ پیچھے سے امان کی آواز آئی۔

"گرین کلر پلیز!"

وہ دونوں چونک کر پلٹیں۔ رابعہ تو کھل اٹھی تھی۔ اسے اس قدر انوالو دیکھ کر اس کے اندیشے دور ہو رہے تھے۔

"آپ کو مجھ سے نہیں بھائی سے پوچھنا چاہیے تھا۔" بھاری بھر کم گہرے سبز رنگ کا ڈریس نکال کر ہینگر اسے تھما کر رابعہ چلی گئی۔ اس نے ایک نظر ڈارک گرین ڈریس پر ڈالی اور پھر امان کی سمت دیکھا، وہ لاتعلق سا اپنے فون پہ جھکا ہوا تھا۔

صالحہ ان کے ساتھ تھیں جبکہ شہروز اور رابعہ اپنی کار سے آئے تھے۔ اس نے جان بوجھ کر سیٹ بیلٹ نکالنے میں وقت لگایا تاکہ صالحہ پہلے اتر جائیں۔ صالحہ اتر کر آگے بڑھ گئیں تو وہ امان کی طرف مڑی جو دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔ وہ مایوس ہو گئی۔ امان سے بات کرنے کا آخری موقع بھی گیا۔ تبھی اس کی طرف کا دروازہ کھلا۔ امان دروازہ تھامے اس کی اترنے کا منتظر تھا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

''کہو۔''

''مجھے امی کے یہاں رکنا نہیں ہے۔'' بڑی دیر سے وہ دل ہی دل میں پریکٹس کر رہی تھی مگر اب اس ترتیب میں الفاظ بلا سوچے سمجھے ہی نکلے تھے۔ ''ہم امی ابو سے مل کر واپس آجائیں گے۔ میں یہ مما سے نہیں کہہ سکتی اگر آپ......'' اس نے امان کو دیکھا، وہ دور لابی میں دیکھ رہا تھا۔ جہاں تائی امی کے ساتھ انہیں ریسیو کرنے علینہ بھی نیچے آئی تھی۔ وہ ادھر ہی دیکھ رہی تھی۔ امان دروازے پر ہاتھ رکھ کر نیچے جھکا۔

''میں کیا......؟''

''اگر آپ مما سے کہہ دیں کہ آپ نہیں چاہتے میں وہاں رکوں تو......'' وہ اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

''ابھی چلو، سب ہمارے لئے رکے ہیں۔'' سیدھا ہو کر اس نے نور کو باہر آنے کی جگہ دی۔ وہ چپ چاپ اتر آئی۔ لفٹ کے قریب وہ سب ان دونوں کے لئے رکی تھیں۔

''ماشااللہ!'' قریب آنے پر تائی امی نے باقاعدہ دونوں کی بلائیں لے ڈالیں۔ عرصہ تک صالحہ کے لیے دل میں کدورت رکھنے کے بعد اب ان کا دل صالحہ کیلئے صاف تھا۔ پچھلے سال ان کی لمبی بیماری نے انہیں صالحہ کے خلوص اور بے غرضی سے جیسے پہلی بار متعارف کرایا تھا اور ان دنوں صالحہ کو امان کے لیے پریشان دیکھ کر ہی انہوں نے اپنے جاننے والوں سے امان کے لیے کوئی اچھی لڑکی بتانے کو کہا تھا۔

''ہاؤ پریڈیکٹیبل!'' نور کو گرین کلر میں ملبوس دیکھ کر علینہ استہزائیہ بڑبڑائی۔ ایک وقت تھا اس کی ہر چیز اسی رنگ کے شیڈز میں ہوا کرتی تھی۔

تایا جان، بیٹا، بہو اور ان کے بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ ریٹائرڈ گورنمنٹ آفیسر تھے۔ علینہ شادی شدہ تھی۔ اس کے شوہر کی جاب ابوظہبی میں تھی۔ اس کی ایک بیٹی تھی۔ چار سالہ زونہ۔ علینہ سے چھوٹی سفینہ بھی شادی شدہ تھی اور اسی شہر میں رہتی تھی۔

کھانے کے بعد کچھ دیر گپ لگانے کے بعد صالحہ اور تائی جان نماز کے لیے اٹھ گئیں۔ بھابھی بھی اپنے دونوں بچوں کو سلانے کے لئے چلی گئی تھیں۔ کچھ دیر بعد عثمان بھی نیند کی وجہ سے چڑ چڑ کرنے لگا تو رابعہ اسے

لے کر اندر چلی گئی۔ مرد حضرات کی اپنی الگ محفل جمی تھی۔ تنہائی ملتے ہی علینہ نے اس کا وہ انٹرویو لینا شروع کیا کہ وہ گھبرا گئی۔ کالج کا نام، گریجویشن کا مضمون، ماسٹرز ریگولر کیوں نہیں کیا؟ صالحہ نے کیا زیور دیا اور امی نے کیا؟ رونمائی میں کیا ملا؟ اس سے پہلے چھوٹی ذکریٰ کی شادی کیوں ہو گئی؟ تابڑ توڑ سوال اور اس پہ علینہ کی ایکسرے جیسی نظریں۔ دور بیٹھے امان کو بھی اس کی حالت پر رحم آ گیا۔

''تمہاری تو یہ پہلی شادی تھی پھر تم نے ایک طلاق یافتہ کے لیے ہاں کیوں کی؟'' علینہ کے سیدھے سوال پہ اس نے لبوں پر زبان پھیری۔

''تم دونوں میری بیوی کو تنگ تو نہیں کر رہیں؟'' وہ بروقت پہنچ گیا تھا۔

''علینہ آپی موجود ہوں اور نئے بندے کی ریگنگ نہ ہو، ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟'' اتنی دیر سے چپ بیٹھی سفینہ نے زبان کھولی۔

''میں نور الصباح سے پوچھ رہی ہوں کہ اس کی تو یہ پہلی شادی تھی پھر اس نے تم سے شادی کیوں کی؟'' وہ علینہ ہی کیا جو موقع گنوا دے۔

''ہاں بتاؤ۔'' امان نے اس کی آنکھوں میں اپنی نظر الجھائی۔ نور کو لگا مسکرا کر استفسار کرتے اس نقاب کے پیچھے، امان دم سادھے اس کے جواب کا منتظر ہے۔ جانے انجانے میں ہی سہی امان نے مائرہ اور صدف کے سامنے اس کا بھرم رکھ کر ایک بہت بڑے مسئلے کو خاندان بھر میں پھیلنے سے پہلے ہی ختم کر دیا تھا۔ نور نے آنکھوں کا زاویہ بدل کر علینہ کو دیکھا۔

''میری شادی میں کسی نہ کسی وجہ سے دیر ہوتی رہی حتیٰ کہ مجھ سے چھوٹی ذکریٰ کی شادی ہو گئی اور امان کی شادی ہو کر بھی ختم ہو گئی۔ یہ سارے بہانے اس لئے تھے کہ ہم ایک دوسرے کا نصیب تھے۔''

''جیو بیوی۔'' امان نے دل میں نعرہ لگایا۔

''اوہو۔'' سفینہ نے آنکھیں گھما کر کہا تو علینہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

''بیٹا! زونہ سو گئی ہے، اسے اندر لے جاؤ۔'' تایا جان نے علینہ سے کہا۔ زونہ موبائل پر گیم کھیلتے کھیلتے نانا کے زانو پر سر رکھے سو گئی تھی۔ علینہ خود نہیں اٹھی بلکہ سفینہ کو بھیج دیا۔

”امان بیٹا! تم نکلو نورالصباح کو لے کر۔“ صالحہ نماز سے فارغ ہو کر آ گئیں۔ ”میں رابعہ اور شہروز کے ساتھ چلی جاؤں گی، دیر مت کرو ورنہ نورالصباح کو ڈراپ کر کے تمہیں گھر آنے میں دیر ہو گی۔“

”یہ دونوں کہاں جا رہے ہیں؟“ علینہ نے پوچھا۔

”نورالصباح اپنی امی کی طرف جا رہی ہے، کچھ دن رہ آئے گی۔ شادی کے بعد سے اب تک وہاں رہنے کے لیے نہیں گئی ہے، بس مل کر آ جاتی ہے۔“

”مما! رہنا ضروری ہے کیا؟ کل سنڈے ہے ہم کل جا کر مل آئیں گے، کیوں نور؟“

”جو آپ کہیں۔“ وہ جو کار میں اسکے کچھ نہ کہنے پر مایوس ہو گئی تھی، خوش ہو گئی۔

”ارے بیٹا! اس کی امی نے خود مجھے فون کر کے کہا ہے کہ نورالصباح کو چند دن کے لیے بھیجوں۔“

”کوئی بات نہیں مما، امان نہیں کہہ رہے ہیں ابھی تو میں امی سے بات کر لیتی ہوں، کل ہو آئیں گے۔“ مبادہ مزید بحث کے بعد ارادہ بدل نہ جائے اس لیے وہ اپنی بات کر کے فون کا لاک کھولنے لگی اور ابو کا نمبر لگا کر وہ دور ہٹ گئی۔ ابو ہی تھے جو اس وقت کوئی سوال یا تکرار نہیں کریں گے بلکہ امی کو بھی مطمئن کر دینگے۔ اس کے بعد علینہ کو چپ لگ گئی تھی۔ یہ تو انصاف نہیں تھا اس کو ٹھکرانے اور تڑپانے والا ”مزے لوٹے“

وہ عموماً عشاء کی نماز پڑھ کر سونے کے لیے لیٹ جاتی تھی مگر آج وہ نماز کے بعد پلنگ کی پائینتی پر اس طرح بیٹھی تھی کہ دوسرے سرے پر لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھے امان کی طرف نہ تو اس کی پشت تھی، نہ ہی اس کا پورا چہرہ امان کی سمت تھا۔

”کچھ کہنا ہے؟“ امان نے لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

”تھینک یو۔ آپ نے مما سے میرے نہ رکنے کے لئے کہا۔“ وہ پوری امان کی طرف گھوم گئی۔

”تم وہاں رکنا کیوں نہیں چاہتی؟ جہاں تک میری نالج ہے، اپنے پیرنٹس کے گھر رکنے یا رہنے کی اجازت نہ ملنا کئی فساد اور جھگڑوں کی وجہ ہے۔“

”آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں امی کے یہاں جانا نہیں چاہتی یا میں کسی سے بیزار ہوں۔“ وہ جلدی سے بولی۔ ایک دم ہی اسے خیال آیا کہ امی کی طرف نہ رکنے کی کیا کیا وجوہات امان کے ذہن میں آ سکتی ہیں۔ ایک بار پھر

اس کی بے ساختگی کو امان نے انجوائے کیا اور مسکرا دیا۔

''آپ کو شاید علم نہیں ہے، میری پھوپھو ہمارے فلور پر ہی رہتی ہیں، تایا اور چاچا ہماری بلڈنگ میں ہی لیکن الگ فلور پر ہیں۔ خالہ اور ماموں بھی قریب ہی ہیں۔ ابھی چونکہ مزید ایک ہفتہ اسکول کی چھٹیاں باقی ہیں تو شادی میں شرکت کے بعد سے ساری کزنز ابھی تک اپنے میکے میں ہی ہیں اور وہاں جا کر رہنا مطلب ان سب کے سوالوں اور باتوں کا سامنا کرنا جس کے لیے میں فی الحال بالکل تیار نہیں ہوں۔''

امان کے متعلق اسے یہ پتہ تھا کہ امان کا پسندیدہ رنگ سبز ہے اور مشروب میں کافی پسند ہے لیکن وہ جانتی تھی ان سب کا تجسس اور تفتیش مشروب اور رنگ تک محدود نہیں ہوں گی۔ وہ اپنی کزنز اور ذکری کو اس قسم کے اجلاس نپٹاتے دیکھ چکی تھی۔ امان نے لمبا سا ''ہمم'' کیا تو نور نے اس کی طرف دیکھا۔

''اور بھی کوئی بات ہے؟'' وہ چہرے پڑھنے میں ماہر تھا یا پھر یہ کمال نور کے چہرے تک محدود تھا۔

''علینہ باجی کا رویہ اور سب سے مختلف کیوں ہے؟'' آخر اس نے پوچھ ہی لیا۔

''علینہ باجی؟ تم اسے علینہ کہہ سکتی ہو۔'' وہ کچھ توقف کے بعد گویا ہوا۔ ''بقول علینہ اسے مجھ سے محبت تھی۔''

''پھر؟'' وہ خاموش ہو گیا تو نور نے پوچھا۔

''محبت تو دور، وہ میری پسند بھی نہیں بن سکی۔''

''کیوں؟ اتنی پیاری تو ہے وہ۔'' وہ ذرا حیران ہوئی۔

''بے شک وہ پیاری ہو گی لیکن مجھے اس میں نہ پہلے دلچسپی تھی، نہ آج ہے۔'' امان نے دیکھا وہ مطمئن نہیں تھی۔ اس کے چہرے پر ''اور......'' لکھا تھا۔

''علینہ کا نیچر بہت بولڈ اور لاؤڈ ہے۔ ابھی جو تم دیکھ رہی ہو، وہ اس سے بھی زیادہ جارح ہوا کرتی تھی۔ اس نے خود مجھے پرپوز کیا تھا، میرے انکار کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا، اسے یقین تھا کہ میں تھک ہار کر مان جاؤں گا۔ اس نے مجھے کہیں نہیں چھوڑا، کالج، گھر، آفس، ہر جگہ میرا پیچھا کیا، ہر جگہ مجھے تنگ کیا۔ وہ ایک الگ کہانی ہے۔ آخر اس نے نیند کی گولیاں کھا کر تائی امی کو مما سے بات کرنے پر مجبور کیا۔ عام حالات میں مما شاید مان

جاتیں لیکن اسکی خودکشی کی کوشش تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی۔ مما نے تائی جان سے صاف کہہ دیا کہ انہیں اس قدر ناعاقبت اندیش، خودغرض، خودپسند، امیچور لڑکی بہو کی صورت میں کسی حال قبول نہیں ہے۔ خیر، اس کے مزاج کو دیکھتے ہوئے تایا جان، تائی امی نے ایسی جگہ اس کی شادی کی کہ وہ شہر تو کیا مستقل اس ملک سے باہر رہے مگر وہ ہر ڈیڑھ دو ماہ بعد آجاتی ہے۔ اسے اب بھی میری زندگی میں بڑی دلچسپی ہے، ہر معمولی، چھوٹی، بڑی بات پر اس کی نظر رہتی ہے، پھر وہ اپنی منطق لگا کر اسے سارے خاندان میں نشر کرتی ہے۔ ہما کے وقت اور اسکے بعد بھی اس نے یہ ہی سب کیا۔ مجھے ان سب باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے لیکن مما اور رابعہ کو یہ ساری باتیں بہت افیکٹ کرتی ہیں اس لئے اب میں اسے معمولی، چھوٹا یا بڑا کوئی موقع نہیں دینا چاہتا سو پلیز تم بھی اب ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا۔" نور علینہ کی ہر بات اور حرکت اس نئی اطلاع کی روشنی میں دوبارہ سوچ رہی تھی۔

"ویسے تم نے آج اسے بہت اچھا جواب دیا۔" وہ لمحہ یاد کر کے ایک بار پھر اسے مزہ آ گیا۔

"تھینکس۔" نور نے ایک تبسم اس کی سمت اچھال کر اس کا شکریہ قبول کیا۔

"اب سو جاؤ، کافی دیر ہو گئی ہے، مما نے صبح ہی صبح تمہیں میراں روڈ چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔"

امان نے نائٹ بلب آن کر کے لائٹس بند کر دیں۔ وہ پہلی رات سے اب تک ہر رات اینٹی اینزائٹی دوائی لیتی تھی۔ آج پہلی بار اسے یاد ہی نہیں رہا کہ سونے سے قبل دوائی کھانا ہے۔

❁......❁......❁

اگلے دن ناشتے کے بعد وہ امی کی طرف جانے کے لیے تیار ہونے کمرے میں آئی تو کتنی ہی دیر سے الماری کھولے کھڑی تھی۔ آخر امان کو بولنا پڑا۔

"جلدی۔ مما نے لیٹ نہ ہونے کی تاکید کی ہے۔"

"آج بھی کوئی خاص کلر؟" وہ الماری کا پٹ ہاتھ میں پکڑے پیچھے مڑی۔ امان ہنس دیا۔

"وہ اہتمام صرف تایا جان کے گھر کے لیے تھا۔ آج تم اپنا فیورٹ کلر پہن لو۔"

"تایا جان کا گھر یا علینہ!" نور نے دل میں سوچا۔

سرخ ہلکے کام والا کرتا شلوار لے کر وہ کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی۔

''تو گرین کلر پسند ہے!'' وہ سوچ رہی تھی۔

''فیورٹ کلر ریڈ؟'' اخبار کا صفحہ پلٹتے ہوئے امان نے دل میں سوچا۔

❁......❁......❁

ویسٹرن ایکسپریس ہائی وے پر آنے کے بعد امان نے نور کی طرف دیکھا جو کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

''تمہاری وہ کنڈیشن۔'' نور اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ ''کیا کہا تھا تم نے پینک ڈس آرڈر۔ اس کی شروعات کیسے ہوئی؟''

نور نے بغور اسے دیکھا۔

''کیا میں ان سے وہ سب کہہ دوں جو کبھی کسی سے نہیں کہا؟'' اس نے امان سے سچ کہنے کا فیصلہ سوچ سمجھ کر نہیں کیا تھا، بس لمحہ بھر میں ہی اس نے طے کیا تھا کہ وہ ابتداء جھوٹ سے نہیں کرے گی اور اس کا وہ لمحاتی فیصلہ کئی سوچ سمجھ کر کیے گئے فیصلوں سے بہتر ثابت ہوا تھا۔

''اگر تم بتانا چاہو تو۔ کوئی پریشر نہیں ہے۔'' وہ سوچ میں غرق محسوس ہوئی تو امان نے سامنے سے نظر ہٹا کر لمحہ بھر کے لئے اسے دیکھا۔ ایک گہری سانس لے کر اس نے خود سے عہد کیا۔

''جب ابتدا سچ سے کی ہے تو اب اس بندے سے ہمیشہ سچ ہی کہنا ہے۔'' بہت دھیرے سے اس نے پہلی بار یہ سب کہنے کے لیے اپنی زبان کھولی۔

وہ آٹھویں کلاس میں تھی۔ پچھلے دنوں طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اس کا اسکول کا بہت ناغہ ہوا تھا۔ وقفے کے دوران وہ ان چھٹیوں کا ادھورا کام مکمل کر رہی تھی۔ وہ اس قدر مگن تھی کہ اسے پتا ہی نہیں چلا کب اس سے دو کلاس سینئر پھوپھو زاد مبشر اس کے سر پر آن کھڑا ہوا۔

''نور الصباح۔'' اس نے پکارا تو وہ چونکی۔

''کیا؟'' سر اٹھا کر اسے دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ قلم چلانے لگی۔

''آئی لو یو۔''

قلم اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس اچانک افتاد پر وہ کھڑی ہوگئی۔ ذہن ابھی سمجھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا

کہ کیا ہو رہا ہے، خواب ہے یا حقیقت، اس نے واقعی وہ الفاظ سنے ہیں یا کانوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ کلاس خالی تھی اور مبشر موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر نور کی کلائی پکڑی، اس کی ہتھیلی پر ایک لفافہ رکھ کر اس پر اسکی دوسری ہتھیلی رکھی اور پھر اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''اس میں، میں نے سب لکھ دیا ہے۔ تم پڑھ کر مجھے جواب دینا۔''

جب اس نے نور کی طرف دیکھا تو خود ہی ڈر گیا۔ اس کے گلابی رنگت سفید پڑ چکی تھی۔ وہ اس قدر پسینے میں شرابور تھی کہ لگ رہا تھا کسی نے بالٹی بھر بھر پانی اس کے سر پر انڈیل دیا ہے۔ اس کے ہاتھ میں قید نور کے ہاتھ کانپنے لگے تو مبشر نے جھٹ اس کی ہتھیلیوں کی درمیان سے لفافہ کھینچا اور جیب میں رکھ لیا۔ اسی وقت نور کی ہم کلاس لڑکیاں کمرے میں داخل ہوئیں۔ اپنی غیر ہوتی حالت کے ساتھ نور بمشکل سانس لے پا رہی تھی۔ اسے ابکائیاں آنے لگیں۔ اس کی حالت دمے کے مریض جیسی تھی۔

''نور الصباح......''

''کیا ہوا؟''

''اسے کیا ہوا مبشر؟''

وہ سب اس کی طرف لپکیں، ایک ساتھ سوال پہ سوال کئے جا رہی تھیں۔

''پتا نہیں۔ اچانک یہ کیا ہوا اسے۔'' مبشر بھی بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ وہ سب اسے گھیر کر کھڑی تھیں۔ مزید اس کا دم گھٹنے لگا۔ وہ اپنے لرزتے وجود کے ساتھ پوری طاقت لگا کر سانس کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسکے ساتھ ابکائی آتی تو اور دم رک سا جاتا۔ اس نے ان کے گھیرے سے نکلنا چاہا، ہاتھ سے انہیں دھکا دے کر آگے آئی اور پہلے ہی قدم پر دھڑام سے گر پڑی۔ وہ سب اس پہ جھک گئیں۔ اس کی سانس بند ہونے لگی۔ مبشر ٹیچر کو بلانے بھاگا۔ اس کی حالت سنبھلنے تک ساری اسکول میں خبر پھیل چکی تھی۔ گھر سے امی کو بلایا گیا۔ وہ حیران پریشان اس کے متعلق ساری عجیب و غریب باتیں سنتی رہیں۔ اس کی حالت سے زیادہ انہیں سب کی نظریں اور رویے فکر میں مبتلا کر گئے تھے۔ اس حادثے کا واحد گواہ مبشر ہی تھا۔ گھر ہو یا اسکول ہر کوئی تفصیل کیلئے اس کی پاس ہی جاتا۔ کیونکہ اس کے دل میں چور تھا۔ اسے ڈر تھا کہ نور سب کو اس کی حرکت کے متعلق بتا نہ دے۔ اس لئے وہ اسے

بے اعتبار کرنے کی خاطر ہر بار اپنی طرف سے دو تین نئی بات کا اضافہ کرتا جاتا۔

”اچانک بیٹھے بیٹھے چلانے لگی۔“

”پہلے دھیرے دھیرے بڑبڑانے لگی پھر اچانک کھڑی ہو کر لمبے لمبے سانس لینے لگی۔“

”مجھے چھوڑو، مجھے چھوڑو، کہہ کر بھاگنے لگی۔“

”اکیلے بیٹھے بیٹھے ہی ہنسنے لگی تھی۔“

پھر جتنے منہ اتنی باتیں۔ وہ سب سے چھپتی پھرتی۔ امی، بھائی، ذکریٰ اس کی دلجوئی کی کوشش کرتے رہتے اور وہ سب بھول کر سنبھل بھی جاتی کہ خاندان کا کوئی فرد، جس میں اکثر اسکول میں اس کے اگلی پچھلی کلاس والے کزنز ہی تھے، وہ سب نئے اضافوں کے ساتھ اسے سب یاد دلانے آجاتے۔ وہ تقریباً ایک ماہ اسکول ہی نہیں گئی۔ وہ تو اچھا ہوا تھا ان دنوں ابو سعودی عرب سے لوٹ آئے تھے۔ انہوں نے اسے سب کو بھول کر لوگوں کی باتوں اور سوالوں کا مقابلہ کرنے اور سہنے کا حوصلہ اور تحریک دی اور سختی سے ہر کسی کو اس بارے میں مزید باتیں کرنے اور باتیں بنانے سے روکا۔ وہ اس کی ڈھال، اس کا سہارا بن گئے تھے۔ سب منتظر تھے دوبارہ کب اسے ”دورہ“ پڑے گا لیکن جب کافی لمبے وقت تک ایسا کوئی حادثہ دوبارہ نہیں ہوا تو حالات کچھ معمول پہ آئے۔

”یہ تو اتنی پرانی بات ہے، تم ابھی تک اس بات سے ڈرتی ہو؟“ امان نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”اس کے بعد...... کافی بعد میری ویسی حالت پھر ہوئی ہے۔“ وہ کلائی پر بریسلیٹ گھماتے ہوئے بولی۔

”اور کوئی نہیں مانتا کہ یہ ایک میڈیکل کنڈیشن ہے۔ مشہور تو یہ ہے کہ مجھ پر کسی بدروح یا جن کا سایہ ہے۔“

”واٹ نان سینس!“

”اسی نان سینس کی وجہ سے امی آپ کی فیملی کو اس کنڈیشن کے بارے میں بتانے کے حق میں نہیں تھیں۔ ایسی چیزوں کو ہمارے یہاں دیگر مخلوق کے ساتھ جوڑ کر ہی دیکھا جاتا ہے۔“ وہ آزردگی سے مسکرائی۔

وہ گھر کے قریب پہنچ گئے تھے۔ بلڈنگ کے نیچے امان نے کار روکی۔

”آپ نہیں آرہے اوپر؟“

”آج چھٹی کا دن ہے اور اتنی صبح صبح۔ مناسب نہیں لگتا ہے۔ شام میں لینے کے لیے اوپر تک آؤں گا۔“

یہ بھی صحیح تھا۔ابھی تک تو بھائی، بھابھی اور بچے سو رہے ہوں گے۔ بھابی کو دیر تک سونے کے لیے بھی ایک دن ملتا تھا اس لئے امی بھی ان کی اس ''عیاشی'' میں خلل نہیں ڈالتی تھیں۔اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اترنے سے پہلے وہ پلٹی۔

''اس سارے حادثے میں مبشر کا کیا کردار تھا، میں نے پہلی بار کسی کو بتایا ہے۔'' بہت آہستگی سے کہہ کر وہ رکی نہیں۔ بلڈنگ کے گیٹ کے اندر غائب ہونے تک امان کی نظر اسی پر تھی۔

''کسی کو کیوں نہیں بتایا؟'' وہ سوچ رہا تھا۔

✿......✿......✿

رابعہ کے ساس سسر شارجہ سے آگئے تھے تو وہ اپنے گھر چلی گئی۔ اپنے سسرال میں نور کا معمول بھی سیٹ ہو گیا تھا۔امان اور اس کے درمیان پہلے دن والی حدود قائم و دائم تھی۔ صالحہ بڑی سوشل خاتون تھیں۔انہوں نے اپنی جاب سے والینٹری ریٹائرمنٹ لی تھیں۔ اکثر ان کے طلبہ وطالبات اور کولیگز ملنے آتے رہتے تھے۔شادی سے کچھ دن پہلے انہیں انجائنا کا اٹیک ہوا تھا جس کے بعد امان اور رابعہ کے اصرار پر انہوں نے سبکدوشی کا فیصلہ کیا تھا۔

سنیچر تھا، امان کا آف، سو اس نے ناشتے پر آلو کے پراٹھوں کا اہتمام کیا تھا۔روزانہ وہ ہلکا پھلکا ناشتہ کر کے آفس جاتا تھا۔

''تھینکس۔'' اس نے گرما گرم پراٹھا امان کی پلیٹ میں رکھا تو اس نے نور کو دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ اس کی عادت تھی۔ وہ معمول کے چھوٹے موٹے کاموں کیلئے بھی کام انجام دینے والوں کا شکریہ ادا کرتا تھا۔

''اب تم بھی آجاؤ۔'' وہ پراٹھوں کی پلیٹ ٹیبل پر رکھ کر دوبارہ باورچی خانے کی طرف پلٹی تو صالحہ نے کہا۔

''تھوڑے اور پراٹھے بنا کر رابعہ کی طرف دے آتی ہوں۔''

ایک ہی بلڈنگ میں رہنے کا یہ فائدہ تھا کہ ناشتے اور کھانے میں بنے آئٹمز کا تبادلہ آسان تھا۔

''میں انٹر کام کر کے شہروز کو بلا لیتی ہوں یا اس کی کام والی ماسی آگئی ہوگی تو رابعہ اسے بھیج دے گی۔'' صالحہ کرسی چھوڑ کر دیوار پر لگے انٹر کام کی طرف بڑھیں۔

وہ پراٹھے بنا کر ہاٹ پاٹ میں بند کر کے باہر آئی تو رابعہ کی ماسی بھی آ چکی تھی۔ اسے ہاٹ پاٹ کے ساتھ روانہ کر کے وہ اپنا ناشتا کرنے ٹیبل پر آ ئی۔

''میں نے گروسری کی لسٹ بنالی ہے، تم دونوں جا کر لے آؤ۔'' صالحہ نے کہا۔

''آپ اور نور جائیں مما۔ میں آپ دونوں کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔ آپ فارغ ہو جائیں تو کال کریں میں لینے آجاؤں گا۔''

''نہیں بیٹا، اب یہ ذمہ داری تم دونوں کی ہے۔ مجھے آرام کرنے دو۔'' صالحہ نے صاف انکار کیا۔ ''آج ویک اینڈ ہے، بہتر ہے تم دونوں ابھی نکل جاؤ ورنہ پھر بہت رش ہو جاتا ہے۔'' وہ قریبی مال کی بات کر رہی تھیں۔

''ٹھیک ہے مما، میں دوپہر کا کھانا بنالیتی ہوں پھر نکلتے ہیں۔'' نور نے تیزی سے چائے ختم کر کے ٹیبل سمیٹنا شروع کیا۔ اسے اندازہ تھا مال میں سنیچر کے دن لاکھ جلدی کے باوجود بھی کتنا وقت لگ سکتا ہے۔ اور پھر اس نے امان کی بات گرہ سے باندھ رکھی تھی کہ صالحہ اور رابعہ کی خوشی اس کیلئے سب سے مقدم ہے۔ وہ ان دونوں کی کسی بات سے اختلاف نہیں کرتی تھی۔ امان بھی اس کی یہ بات محسوس کر رہا تھا۔ وہ اس کے مزاج اور صالحہ اور رابعہ کے ساتھ اس کے برتاؤ سے مطمئن تھا۔ لیکن نور کے متعلق ابھی تک اچھی یا بری، اسکی کوئی رائے نہیں تھی۔

''کھانے کی فکر نہ کرو، وہ میں دیکھ لوں گی، تم نکلنے کی تیاری کرو۔'' صالحہ کی بات پر نور نے امان کو دیکھا۔

''میں تو حکم کا غلام ہوں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں قریبی مال کے سپر اسٹور میں تھے۔ امان ٹرالی لیے اس کے ساتھ چل رہا تھا اور وہ صالحہ کی لسٹ میں درج چیزوں سے ٹرالی بھرتی جا رہی تھی۔

''لسٹ کی ساری چیزیں ہو گئی ہیں۔'' اس نے انگلی رکھ کر اوپر سے نیچے پوری لسٹ چیک کرنے کے بعد کہا۔

''تمہیں کچھ لینا ہو یا اس لسٹ کے علاوہ کچھ یاد آ رہا ہے تو دیکھ لو۔''

امان کی بات پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''میں بلنگ کے لیے لائن میں لگتا ہوں، تب تک تم ایک راؤنڈ لگا لو۔'' امان نے قطار میں لگتے ہوئے اسے

جانے کا اشارہ کیا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک راؤنڈ لگا کر واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک سوفٹ ٹوائے اور مینگو فلیور والی ٹافی کا پیکٹ تھا جو ہر جگہ دستیاب نہ تھی۔اس کے بچپن کی یہ پسند شاذ و نادر ہی کہیں نظر آتی تھی۔

''یہ دونوں تم نے اپنے لئے لیے ہیں؟''

''ٹرٹل عثمان کے لئے ہے۔''اس نے دونوں کے چیزیں ٹرالی میں رکھیں۔''اور یہ ٹافی میرے لئے۔''اس نے ہلکے سے ناک چڑھا کر شرمندہ سے لہجے میں کہا۔امان دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔بلنگ سے فارغ ہو کر وہ ٹرالی لیے ہی پارکنگ تک آئے تھے۔امان نے بڑی تھیلیاں اٹھا کر ڈکی میں رکھیں۔نور کھلا سامان ٹرالی سے اٹھا کر اسے پکڑا رہی تھی جسے وہ ڈکی میں رکھ رہا تھا۔کارن فلیکس کا ڈبہ اسے دینے کے بعد نور نے تیل کا کین اٹھایا۔امان نے دیکھے بغیر ہی وہ لینا چاہا اور اس کوشش میں اسکا ہاتھ عین نور کے ہاتھ پر پڑا، وہ فوراً پلٹا اگر وہ پھرتی سے نیچے ہاتھ نہ لگاتا تو تیل کا کین زمین پر ہوتا۔

''سوری۔''وہ ان چند سیکنڈز میں ہی پسینے میں شرابور ہو چکی تھی۔

''رئیلی سوری۔میں نے جان بوجھ.....''

''سوری نہ کریں، آپ کی غلطی نہیں ہے۔''وہ اپنے کانپتے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں مضبوطی سے جکڑے امان سے ان کی لرزش چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

''نور!''امان خود بھی متوحش سا نور کو دیکھ رہا تھا۔سفید ہوتا چہرہ، اچانک نمودار ہوا بارش کے پانیوں سا پسینہ اور اس کا ہلتا وجود۔

''گھر چلیں پلیز۔''وہ باقی سامان یونہی ٹرالی میں چھوڑ کر کار میں اپنی جگہ آکر بیٹھ گئی۔امان نے ٹرالی خالی کی اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

''تم ٹھیک ہو؟''ان تین لفظوں میں اس کی فکرمندی ظاہر تھی۔نور نے زبردستی کی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔اس کے بعد وہ گھر پہنچنے تک کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے مسلسل آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش میں لگی تھی۔

انہیں دیکھتے ہی صالحہ کو لگا کہ پہلی بار مہینے بھر کا کریانہ خرید کر دونوں تھک گئے ہیں۔

''میں کھانا بنا چکی ہوں، تم دونوں کچھ دیر آرام کرلو۔'' صالحہ کے مشورے پر وہ فوراً کمرے میں بند ہوگئی۔
نور کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ تنہا رہنا چاہتی ہے۔ امان ڈرائنگ روم میں ہی ٹی وی لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ بقیہ دن بھی وہ اس سے کتراتی رہی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ صالحہ کے ساتھ ان کے کمرے میں چلی گئی اور پھر صالحہ کے روکنے کے باوجود بھی ان کی الماری اور کتابوں کا شیلف جھاڑ پھونک کے دوبارہ سے جمایا۔ اس سارے کام میں اس نے رات کردی۔ رات کے کھانے کے بعد امان صالحہ کے پاس بیٹھا تھا تب وہ کمرے میں آکر سوتی بن گئی۔ عموماً وہ امان کے لیٹ جانے اور کبھی کبھی سو جانے کے بعد بستر پر آتی تھی۔
امان اندر آیا تو وہ سر تک چادر تانے سو رہی تھی۔ اپنی جگہ آکر وہ نور کی جانب رخ کر کے لیٹ گیا۔ بڑی دیر تک وہ چادر میں چھپی اس گٹھڑی کو دیکھتا رہا۔ پھر دوسری طرف کروٹ بدل لی۔
''نورا'' آخر اس سے رہا نہیں گیا۔ نور نے چادر کے اندر سختی سے آنکھیں میچ لیں۔
''نورا!'' اب کے امان نے واپس اس کی طرف کروٹ کی۔ ''میں جانتا ہوں تم جاگ رہی ہو۔''
نور نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔
''ابھی تک غصہ ہو؟''
''میں غصہ نہیں ہوں۔'' اس نے سر سے چادر ہٹا کر بہت آہستگی سے کہا۔
''پھر مجھ سے چھپ کیوں کر رہی ہو؟''
''میں بہت نادم ہوں۔''
''نادم ہونے والی کوئی بات ہے، نہ مجھ سے چھپنے کی کوئی وجہ۔''
''آپ میری وجہ سے پریشان ہوئے۔''
''ہاں، تمہاری کنڈیشن دیکھ کر میں ٹینشن میں آ گیا تھا اور وہ میری لاپرواہی کی وجہ سے ہوا تھا اس لئے نادم مجھے ہونا چاہیے۔''
''نہیں آپ کا کوئی قصور نہیں، یہ تو میں......'' اسے رونا آ گیا۔ امان کا دل کیا بستر سے اٹھے اور گھوم کر اس کی طرف جائے مگر وہ اپنی جگہ سے ہلا نہیں۔

”تم ہی نے کہا تھا کہ یہ ایک میڈیکل کنڈیشن ہے اور تم نے کبھی کسی مریض کو اپنی بیماری کے باعث شرمندہ یا نادم دیکھا ہے؟“

”بیماری...... ہاں یہ بیماری ہی تھی جو اس کے وجود کی پرتوں اور روح کی گہرائیوں کو زخم زخم کیے تھی اور اسے ان زخموں کو چھپانا تھا، آخری سانسوں تک، مرتے دم تک۔“ اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی۔

”اگر تم چاہتی ہو کہ میں پریشان نہ ہوں تو پلیز رونا بند کرو۔“ امان نے اس کے ہلتے وجود کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاہ......“ وہ تو اپنی دانست میں چوری چوری رو رہی تھی۔ اس کے باخبر ہونے کا احساس ہوتے ہی آنسو تھم گئے تھے۔ چپکے چپکے لمحے سرکتے رہے۔

”اسکول والے حادثے کے بعد پھر دوبارہ کب ہوا تھا ایسا؟“ یہ یقین ہو جانے کے بعد کہ وہ رونا بند کر چکی ہے، امان نے پوچھا۔

رونے کی وجہ سے اور ایک ہی وضع میں لیٹے لیٹے اب اس کی ناک بند ہونے لگی تھی۔ وہ سیدھی ہو کر چھت کو تکنے لگی۔

”اسکول میں تمہارے کزن کی وہ حرکت وجہ تھی، دوسری بار کون سی بات یا حرکت ٹریگر بنی تھی؟“ وہ دیر تک کچھ نہ بولی تو امان نے پھر پوچھا۔

”میں اس بات سے بے خبر تھی کہ خالہ نے جنید کے لیے مجھے مانگ رکھا ہے یا زبانی میرا رشتہ طے ہو چکا ہے۔“ غیر محسوس طریقے سے اس نے امان کی طرف رخ کیا۔ ”اسکول کے بعد فرسٹ ائیر تک پھر میرے ساتھ کوئی غیر معمولی حادثہ نہیں ہوا اور شاید اسی لئے اس دوران ہر کوئی میری طرف سے مطمئن ہو گیا تھا۔ سب نے فیصلہ کیا کہ باقاعدہ منگنی ہو جانی چاہیے، اس اعلان کے وقت ہی میں نے جانا کہ یہ پہلے سے طے شدہ بات تھی۔ منگنی والے دن جنید نے انگوٹھی پہنانے کیلئے میرا ہاتھ تھاما تو پھر وہی سب ہوا جو اسکول میں ہوا تھا۔“

امان سمجھ نہیں پایا کہ اس دردناک منظر کو یاد کرنے یا پھر اسے ذہن سے ہٹانے کے لئے نور نے آنکھیں بند کی تھیں۔

''اس بار یہ سب سارے خاندان کے سامنے ہوا تھا، سب میرے ''دورے'' کے چشم دید گواہ تھے، میں دو دن ہاسپٹل میں ایڈمٹ رہی، وہیں ڈاکٹرز نے سائیکاٹرسٹ اور سائیکلوجسٹ کو دکھانے کا مشورہ دیا لیکن امی نے اسے سختی سے مسترد کر دیا۔ان کا خیال تھا کہ میں ایک بار بھی ماہر نفسیات کے پاس چلی گئی تو اس طرح مجھے پاگل پن کی سند مل جائے گی۔آپ تصور بھی نہیں کر سکتے میں نے کیا کیا سنا اور سہا، سارے خاندان کے لئے میں کسی عجوبے سے کم نہیں تھی۔ ہر کوئی بھی خیر خواہ تو کبھی ''اس قسم کے معاملوں کا'' ماہر بن کر صلاح مشورے، علاج، ٹوٹکے اور وظیفے بتاتا رہتا اور امی نے ہر کسی کی بات مان کر ڈاکٹر، حکیم، وید، پیر فقیر، کچھ نہیں چھوڑا۔اگر میں اس وقت اور ان حالات میں سچ میں پاگل نہیں ہوئی ہوں تو وہ صرف ابو کی وجہ سے۔ وہ ہی اس دوران میرا پورا سپورٹ سسٹم تھے۔انہوں نے مجھے سمجھایا کہ جو چیزیں ہمارے بس میں نہیں ہیں ان کے بارے میں سوچنے، کڑھنے اور انہیں اہمیت دینے میں سراسر نقصان ہے۔اپنی زندگی کا کنٹرول خود اپنے ہاتھ میں لے کر مثبت سوچ اور مثبت رویے سے مجھے اسے سنوارنا ہوگا، دوسروں کی سوچ اور زبان پر میرا اختیار نہیں ہے اس لیے مجھے اپنے ذہن اور اپنی سوچ پر صرف اپنا اختیار رکھ کر، اسے دوسروں کی باتوں سے پراگندہ نہیں کرنا چاہیے۔اس کے بعد میں نے اپنی تعلیم گھر میں رہ کر ہی مکمل کی، بڑی کوششوں کی بعد ایک دو جگہ شادی کے سلسلے میں بات چلی مگر آگے نہیں بڑھ پائی۔ میری وجہ سے ابو، امی نے ذکری کیلیے آئے رشتوں کو انکار کرنا شروع کیا تو میں نے انہیں بڑی منتوں اور التجاؤں کے بعد مجھ سے پہلے ذکری کی شادی کیلیے راضی کیا۔''

اپنے گھر میں اور رشتہ داروں کے درمیان خود کو چھپانے کے لیے وہ بہت احتیاط اور جتن سے اپنے جذبات، احساسات اور خیالات سنبھالا کرتی تھی۔ وہاں سے نکل کر اس گھر میں آنے کے بعد اسے پہلی بار احساس ہوا تھا کہ وہ کس قدر گھٹن زدہ زندگی جی رہی تھی اور اس گھٹن کی وجہ گھر والے یا اس کے اطراف کے لوگ نہیں بلکہ اس کے اندر مسلسل چلتی جنگ اور اس کے سینے میں دفن راز ذمہ دار تھے۔ یہاں آکر اسے لگا تھا کہ وہ پہلی بار کھل کر سانس لے رہی ہے۔اس ماحول سے نکل کر خود کو تر و تازہ محسوس کرنے کا اثر تھا یا سالوں سے پکتے اور مچلتے لاوے کو امان کے روپ میں روزن مل گیا تھا، جو وہ پہلی بار یہ سب اپنے لبوں تک لائی تھی۔ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ اس عجیب و غریب صورتحال کے باوجود بھی امان نے فاصلہ قائم رکھتے ہوئے بیڈروم کا ماحول دوستانہ رکھا تھا، اس

کا رویہ سرد اور اجنبی نہیں تھا۔اس کمرے کی حدت بھری اپنائیت ہی تھی کہ وہ پہلی بار کھل رہی تھی۔

''چاچی جب میرے لیے ایک طلاق یافتہ شخص کا پرپوزل لے کر آئیں، جس کے دو بچے بھی تھے تو امی میری طرف سے بالکل مایوس ہو گئیں۔تبھی رشتہ کرانے والی خاتون کی توسط سے آپ کا رشتہ آیا اور یہ امی کو آخری موقع لگا۔وہ کسی بھی طرح اسے گنوانا نہیں چاہتی تھیں اس لیے انہوں نے میرے متعلق سب سے ضروری بات کو راز رکھنے کی وکالت کی۔ابو اور میرے علاوہ سب امی کے حامی تھے، میں نے اسی شرط پر شادی کے لیے رضامندی دی کہ آپ لوگوں کو سب بتا دیا جائے اور اگر اسکے بعد بھی آپ شادی کے لیے راضی ہوتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ورنہ دوسری صورت میں، میں خود ہی اس رشتے سے انکار کرتی ہوں۔میرا قصور یہ ہے کہ جب بات آگے بڑھی تو میں نے خود ہی مان لیا کہ میرے بارے میں جاننے کے بعد بھی آپ سب تیار ہیں، اسی لیے معاملہ اگلی اسٹیج پہ پہنچا ہے، میں نے کسی سے کنفرم نہیں کیا، اس کے لیے آپ مجھے معاف کر دیں اور میں اپنی فیملی کی طرف سے بھی آپ سے معذرت کرتی ہوں۔'' بات کے اختتام پر نور نے امان کو دیکھا۔وہ پورے انہماک سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

''تم بہت بہادر لڑکی ہو۔'' ذرا دیر بعد امان نے کہا۔

''اب آپ مجھے بہلا رہے ہیں۔'' وہ بھیگے چہرے کے ساتھ ہلکے سے ہنسی۔

''تم بھول رہی ہو، میں جھوٹ کم ہی بولتا ہوں۔'' امان نے یاد دلایا۔

''ہاں......آں......''

''ویسے تم نے اپنے کزن والی بات گھر میں کیوں نہیں بتائی؟ تم نے اسی وقت سب کے سامنے سچ کہا ہوتا تو وہ معاملہ اور اس کے بعد کے حالات مختلف ہوتے۔''

''شاید...... اس وقت میں بہت کنفیوز تھی، اس پر مبشر کی جھوٹی سچی باتیں! آپ کو پتہ نہیں ہے پھوپھو ہمارے خاندان کی سب سے ''دبنگ'' ہستی ہیں۔کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔نہ تب نہ اب اور مبشر ان کا سب سے لاڈلا بیٹا ہے۔دوسرے میں بھی وہ سب بھول جانا چاہتی تھی۔اس حادثے کے بعد ایسی حرکت تو دور اس نے کبھی مجھ سے دوبارہ بات تک نہیں کی پھر سالوں تک میرے ساتھ ایسا کچھ دوبارہ ہوا بھی نہیں تھا اور انگیجمنٹ

والے قصے کے بعد مبشر کا ذکر کرنا فضول تھا۔"

"ہم......"

وہ پہلی رات تھی جب وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف چہرہ کر کے سوئے تھے۔

ابو کا فون آیا تھا کہ وہ انہیں بالکل بھول گئی ہے۔ان کی شکایت بالکل درست تھی۔وہ شادی کے بعد سے رہنے کے لیے نہیں گئی تھی۔ابو اسکے بہت عادی تھے۔ان کا ناشتہ، صبح کی چہل قدمی، شام کی چائے، ڈاکٹرز کی وزٹ، حتیٰ کہ ان کی شاپنگ بھی نور کے بغیر نہیں ہوتی تھی۔اس نے گھر میں خود کو ابو اور بچوں میں مصروف رکھا ہوا تھا۔عترت اور شہباز اپنی ماں سے زیادہ وقت اس کے ساتھ گزارتے تھے۔ان کی پڑھائی اور اسکول کی پوری ذمہ داری اس نے اٹھا رکھی تھی۔وہ دونوں اب بھی روز اسے بلاناغہ فون کرتے تھے۔وہ صالحہ سے اجازت لیے میر ارو ڈ آ گئی۔امان دفتر میں تھا۔نور نے گھر سے نکلنے سے پہلے اسے ٹیکسٹ کر دیا تھا۔ابو کے ساتھ ساتھ امی، بھائی، بھابھی، سب اسے دیکھ کر مطمئن تھے۔اسکی فکر سے آزاد ہو کر امی بھی خاندان بھر سے اپنی خود ساختہ "جلا وطنی" ختم کر چکی تھیں۔سب اپنے معمولات میں قدرے مگن تھے لیکن ابو بالکل تنہا ہو گئے تھے۔آصفہ سے اس کی شکایتوں کی فہرست میں ایک نیا اندراج ہو گیا۔اپنی ماں سے اس کی ناراضگی اس قدر تھی کہ اس نے آج تک انہیں اپنی ناراضگی کی ہوا تک نہیں لگنے دی تھی۔وہ پہلے جب ملنے کے لئے آئی تھی تبھی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی طرح ابو بھی اسی دھوکے میں ہیں کہ اس کے سسرال میں سب باخبر ہیں اور انہیں حقیقت بتا کر پریشان کرنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

اسے آئے ابھی تیسرا دن تھا کہ امان کا میسج آ گیا۔

"میں شام میں لینے آؤں گا، تیار رہنا۔"

اسے لگا، پچھلی بار یہاں نہ رکنے کے لیے اس نے امان کی مدد مانگی تھی اس لئے اس بار وہ خود ہی بطور مدد اسے لینے آ رہا ہے۔

"آپ نے سوچا اس کیلئے شکریہ، لیکن فی الحال ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔میں ابھی مزید رکنا چاہتی ہوں۔"

اس نے فوراً میسج ٹائپ کیا۔

کچھ سیکنڈز بعد امان کا جواب آیا۔

''بیڈ کی دوسری سائیڈ خالی ہے تو آج کل مجھے نیند نہیں آتی ہے۔''

نور نے دوبارہ پڑھا پھر تیسری بار اور چوتھی بار پھر پڑھا۔

''آ جائیں۔'' اسے مختصر جواب بھیج کر اس نے واپسی کی تیاری شروع کی۔ ایک نئی شروعات سے دونوں ہی لاعلم تھے۔ کچھ آغاز ایسے ہی بے خبری میں ہوتے ہیں کہ بعد میں ہم ساری عمر اس کی ابتدا کا لمحہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ایک لمحہ تھا۔

✿......✿......✿

''کتنی پرانی ہوگئی تمہاری شادی کچھ یاد بھی ہے؟'' آج صالحہ اور رابعہ اسے گھیرے تھیں۔

''اور ہنی مون شادی کے ابتدائی دنوں کی چیز ہے۔'' رابعہ نے جتایا۔

''شادی پرانی ہوگئی ہے اور ابتدائی دن ختم، تو اب اس فارمیلٹی کا چکر بھی ختم کریں، میں کہہ تو رہا ہوں چھٹیاں ملتے ہی ہم چلے جائیں گے۔''

''آپ سمجھ نہیں رہے ہیں، ابتدائی دن اس فارمیلٹی کے بعد ہی ختم ہوتے ہیں۔'' رابعہ کی اپنی الگ منطق تھی۔

''نور الصباح! اب تم ہی ضد کرو اس سے، ہمارے کہنے کا تو کوئی اثر نہیں ہے۔'' صالحہ نے دور ڈائننگ ٹیبل پر عثمان کو کھانا کھلاتی نور کو گفتگو میں شامل کیا۔

''کس بات کی ضد؟'' اس نے ذرا حیران ہو کر پوچھا۔ وہ پوری طرح عثمان میں مگن تھی۔

''آپ کا ہنی مون باقی ہے بھابھی۔'' رابعہ نے اسے یاد دلایا۔

عثمان کے منہ کی طرف جاتا چمچہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ تینوں مختلف تاثرات کے ساتھ اسے دیکھ رہے تھے۔ عثمان کا کھانا ہو گیا تھا۔ نور نے اس کا منہ صاف کر کے اسے ٹیبل سے نیچے اتارا۔

''میں کیا کہوں؟'' اس نے آہستہ سے کہا اور چمچہ و پیالہ اٹھا کر باورچی خانے میں چلی گئی۔

''دیکھیں آپ خود ہی، بھابھی بھی اس بات پر آپ سے ناراض ہیں۔'' رابعہ نے بھائی کو گھورا۔

چیزیں ادھر ادھر کرنے اور یوں ہی ٹہل ٹہل کر بہت سارا وقت باورچی خانے میں گزارنے کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں پہنچی تو ان دونوں کی کیرالا کے لیے اگلے ہفتے کی ٹکٹیں بک ہو گئی تھیں۔ اس نے حیران ہوتے ہوئے چہرے پر ''کیوں اور کیسے'' لکھ کر امان کو دیکھا جس نے شانوں کی حرکت اور چہرے کے تاثر سے جواب دیا کہ ''ان دونوں کے مقابل وہ بالکل بے بس ہو گیا تھا۔'' اب وہ اسے ان دونوں کی موجودگی میں کیسے بتاتا کہ صالحہ اور رابعہ تو انہیں ملک سے باہر بھیجنے کے فراق میں تھیں۔ اس نے بیرون ملک کا پلان آگے پر ڈال کر فی الحال کیرالا کے لیے بمشکل راضی کیا تھا۔

✿......✿......✿

اسے لگا کوئی اسے پکار رہا ہے۔ اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔

''نورا!'' وہ یقیناً امان کی آواز تھی۔ ''نورا!''

یہ اس کا وہم نہیں تھا۔ وہ اٹھ بیٹھی اور پلٹ کر دیکھا۔ وہ کمبل کے اندر بری طرح لرز رہا تھا۔ وہ گھوم کر اس کی طرف آئی۔

''کیا ہوا؟'' پوچھنے کے بعد اسے اپنا سوال ہی فضول لگا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اسے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔

''میرے اوپر کچھ اور ڈال دو۔'' اس کے وجود کی طرح اسکی آواز بھی کانپ رہی تھی۔ نور نے اپنی چادر اس کے اوپر ڈالی پھر الماری کھول کر مزید دو کمبل نکال کر اسے اوڑھائے۔

''مما کو بلاؤں؟'' اس نے جھک کر امان کے ذرا قریب جا کر پوچھا۔

''نن...... نہیں......'' امان نے لرزتی آواز میں اسے روکا۔ وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے کمرے میں ٹہلنے لگی، پھر تھک گئی تو ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسی پلنگ کے قریب لا کر اس پر بیٹھ گئی۔ پلنگ پر کمبلوں کی گٹھڑی ہلکے ہلکے اب بھی ہل رہی تھی۔ کتنا وقت یوں ہی گزر گیا۔ حالت ذرا بہتر ہوئی تو امان نے چہرہ باہر نکالا، سامنے ہی نور تھی۔

''تم کیوں جاگ رہی ہو؟ سو جاؤ۔'' اس کی حالت بہتر تھی۔

''آپ کیا مجھے اتنا بے حس سمجھتے ہیں؟'' وہ خفگی سے بولی۔ ''آپ کو فیور تو نہیں ہے؟'' پوچھنے کے ساتھ ہی

وہ ڈریسنگ ٹیبل کی دراز سے میڈیکل باکس لینے اٹھ گئی۔ باکس سے تھرما میٹر نکال کر اس نے امان کو دیا۔

"آپ چیک کرلیں۔"

امان نے اپنے اوپر سے نور کے ڈالے کمبل اور چادر ذرا سے ہٹا کر تھرما میٹر بغل میں ڈالا۔ اسے بخار تھا۔ نور نے تھرما میٹر دیکھنے کے بعد میڈیکل باکس سے کروسین نکالی اور پانی کے گلاس کے ساتھ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

"دوائی لے لیں۔"

کہنی ٹکا کر وہ تھوڑا اونچا ہوا اور پانی کے ساتھ کروسین نگل کر پھر لیٹ گیا۔

"اب تم بھی سو جاؤ۔"

"میں آپ کے لئے کافی لاتی ہوں۔" وہ اس کا حکم نظر انداز کر کے کمرے سے نکل گئی۔ کافی کے دو مگ لے کر لوٹی تو امان پلنگ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے صرف چادر اپنے اوپر ڈال رکھی تھی۔ نور نے ایک مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"تھینکس۔" امان نے مگ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "تم کیوں اس وقت کافی پی رہی ہو؟ نیند نہیں آئے گی۔" اس کے ہاتھ میں دوسرا مگ دیکھ کر اسے اس کی نیند کی فکر ہوئی۔

"وقت دیکھ رہے ہیں آپ؟" نور نے دیوار پر ٹنگی گھڑی کی طرف اشارہ کیا۔ "تھوڑی دیر میں فجر ہونے والی ہے۔" وہ کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"سوری، میری وجہ سے تمہاری نیند خراب ہوئی۔"

"کوئی بات نہیں، کسی دن میں بھی آپ کو جگا کر حساب برابر کرلوں گی۔" اس نے بلا سوچے سمجھے ہی کہا تھا۔

امان نے زیرلب مسکراتے ہوئے ایک گہری نظر کافی کے گھونٹ بھرتی نور پر ڈالی تو اچانک ہی جیسے اسے اپنے جملے کے معنی سمجھ آئے۔ مگ پر دونوں ہاتھوں کے گرفت مضبوط کرتے ہوئے اس نے نظر مگ پر جما دی لیکن سرخ پڑتے چہرے پر اس کا کوئی بس نہیں چلا۔ کافی پیتے ہوئے امان سوچ رہا تھا کہ کافی واقعی اتنی مزیدار ہے یا پھر سامنے کا دلچسپ منظر اسے مزید خوش ذائقہ بنا رہا ہے۔

صالحہ فجر کی نماز کے لیے اٹھیں تو بیڈ روم میں روشن لائٹس اور کھلا دروازہ دیکھ کر اندر چلی آئیں۔

"امان! کیا ہوا بیٹا؟" کرسی پر بیٹھی نور اور پلنگ پر بیٹھے امان کی صورت ہی ناسازئ طبیعت کا اعلان کر رہی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر امان کا ماتھا چھوا۔ "تمہیں تو بخار بھی ہے۔"

"نور نے دوائی دی ہے، بخار اتر رہا ہے، آپ پریشان نہ ہوں۔"

"کب سے جاگ رہے ہو تم دونوں؟ مجھے بھی اٹھا دیا ہوتا، صرف بخار ہی ہے؟"

"ٹھنڈ لگنا شروع ہوئی پھر شیورنگ اور فیور۔"

"تم آرام کرو، میں دلشاد کو فون کرتی ہوں۔ اس کا بیٹا کلینک جانے سے پہلے تمہیں دیکھتے ہوئے جائے گا۔" انہوں نے اپنی سہیلی کا نام لیا جس کا بیٹا ڈاکٹر تھا۔

"اتنی صبح صبح نہیں مما، ذرا رک کر کال کریں۔"

امان کی بات پر وہ مان گئیں۔ انہوں نے وہیں نور کے ساتھ نماز پڑھی۔

"مما، آپ کمرے میں جا کر آرام کریں۔ میں ابھی ٹھیک ہوں۔" دونوں کی نماز ختم ہوئی تو امان پلنگ سے اترتے ہوئے بولا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟ لیٹے رہو۔"

"ارے مما، نماز تو پڑھنے دیں۔" ماں کی محبت پر وہ مسکرا دیا۔

سورج نکلتے ہی صالحہ نے اپنی سہیلی کو فون لگایا تھا۔ ڈاکٹر نے چیک کرنے کے بعد کچھ ٹیسٹ لکھ کر دیے اور شام تک پتا چل گیا کہ امان کو ملیریا ہوا ہے۔ ان دونوں کی دو دن بعد کی ٹکٹیں اور ہوٹل بکنگ، سب کینسل کرنی پڑی۔

"آپ تنہا یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟ امان کے پاس چلیں، وہ جاگ رہے ہیں۔" وہ باورچی خانے سے امان کی کافی بنا کر باہر نکلی تو صالحہ سوچ میں غرق تنہا ہال میں بیٹھی تھیں۔

"تم اسے کافی دے کر آؤ، مجھے تم سے کچھ بات کرنی۔" وہ بہت سنجیدہ نظر آ رہی تھیں۔ امان کی طبیعت بہتر تھی۔ وہ پچھلے پانچ چھ دنوں سے آفس نہیں جا رہا تھا۔ نور کے اندر "الٰہی خیر" کا ورد شروع ہو گیا تھا۔ امان کو کافی

دینے کے بعد وہ سہمے دل کے ساتھ صالحہ کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ وہ ذرا دیر بعد گویا ہوئیں۔

''میں نے ہمیشہ کوشش کی کہ امان اور رابعہ کی زندگی میں کوئی کمی، کوئی محرومی نہ رہے، وہ اپنی زندگی اور فیصلوں میں خودمختار رہیں، کسی کے احسان یا دباؤ تلے ان کی اپنی مرضی اور آرزوئیں کچلی نہ جائیں۔ اس کوشش میں اپنوں کی مدد ٹھکرا کر میں نے بہت سوں کو ناراض بھی کیا لیکن اپنے بچوں کی مکمل شخصیت کے لئے اپنوں کی ناراضگی بڑی معمولی قیمت تھی۔ اللہ کا کرم ہے کہ میں اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی رہی لیکن پھر شاید میرے اندر غرور آ گیا تھا کہ میں نے تن تنہا اپنے بچوں کو ایسی شاندار اور مکمل شخصیت میں ڈھالا ہے، یہی زعم تھا کہ اپنی صلاحیت اور قابلیت کے بل بوتے پر ہما کا انتخاب کرتے وقت میں نے کسی کی بات کو قابل اعتنا نہ جانا، بھابھی اور سفینہ نے مجھے خبردار کیا تو اللہ معاف کرے، میں نے اسے ان کا حسد سمجھا اور سچ کہوں تو ہما کی خوبصورتی نے مجھے اتنا متاثر کیا تھا کہ میں نے کسی اور پہلو پر غور کیا نہ توجہ دی، بیشتر ماؤں کی طرح میں نے بھی اسے صرف چاند سی بہو کی کسوٹی پر پرکھا۔ میری اس سطحی کسوٹی اور جلد بازی کی سزا بھی مجھے جلد ہی مل گئی۔'' وہ بڑی ایمانداری اور جرأت مندی سے اپنی بہو کے روبرو اپنی غلطیوں کا اعتراف کر رہی تھی۔

''اپنے بچوں کی خاطر ہمیشہ پھونک کر اور چھان پھٹک کر فیصلہ کرنے والی ماں نے ہی جلد بازی میں اتنا بڑا فیصلہ کر کے انہیں زندگی کا سب سے بڑا دکھ دے ڈالا۔'' ان کی آواز رندھ گئی۔ ''اس قیامت کو بھی امان نے بڑے حوصلے اور خاموشی سے گزر جانے دیا، ہما طلاق کے مطالبہ کر کے جب گھر سے چلی گئی تب امان نے ہمیں بتایا، میں نے اور رابعہ نے تو سارا غصہ اس کے گھر والوں پر نکال لیا تھا لیکن امان نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ نہ ان سے، نہ ہم دونوں سے۔ جس دن اس نے ہما کو طلاق کے پیپرز بھیجے تھے، اس دن امان نے آخری دفعہ اس معاملے پر بات کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ یہ قصہ آج ہمیشہ کے لئے ختم ہوا، اب اس پر کوئی بات نہیں ہو گی۔ ایک برا خواب سمجھ کر ہم اسے بھول جائیں۔ تمہیں حیرانی ہو رہی ہو گی کہ میں یہ سب تم سے کیوں کہہ رہی ہوں؟ بیٹا! اب تم اس کے سب سے قریب ہو، میں نہیں جانتی اس کے دل میں کیا ہے، ہما بہت خوبصورت تھی اور اسے دل لبھانے کے سارے انداز و ادا ازبر تھے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ ہما کے دیئے زخم اب بھی اس کے اندر ہرے نہ ہوں، اللہ کرے میرا یہ ڈر سراسر وہم ہی ہو۔ اب تم ہی اس کی ہمدرد اور مسیحا ہو۔ تم سمجھ رہی ہو نا میں کیا کہنا چاہتی

ہوں؟" صالحہ نے نور کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے۔اب وہ اسے صاف صاف لفظوں میں یہ نہیں کہہ سکتی تھیں کہ مجھے ڈر ہے کہیں امان اب تک اسے اپنے دل میں بسائے نہ ہو۔نور نے ذہن میں الجھتے سوچ کے ریشم کے ساتھ سر ہلایا۔

"تم بھی میرے لئے امان اور رابعہ کی طرح ہی ہو، اگر کوئی بات تمہیں پریشان کر رہی ہے یا کوئی سوال ہے تو بلا جھجک مجھ سے پوچھ سکتی ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مما۔" اس نے اپنی منتشر سوچوں کے ساتھ ان کی تسلی کرائی۔

"اس گھر کو اور امان کو تمہارے جیسی سلجھی، سمجھدار اور پرخلوص لڑکی کی ہی ضرورت تھی۔ جانے کیسے ہما اس گھر میں آ گئی تھی۔خیر اللہ کی مصلحتیں وہی جانے، اس میں بھی کوئی حکمت اور بہتری ضرور رہی ہوگی۔"

اچانک نور کے دل میں خیال آیا کہ اس کی اصلیت اور گھر والوں کا فریب جان لینے کے بعد بھی کیا ان کی سوچ یہ ہی رہے گی؟

"آپ دونوں مجھے کمرے میں اکیلے چھوڑ کر یہاں کس راز و نیاز میں مصروف ہیں؟" امان کی آواز پر وہ دونوں چونکیں۔

"یہ ہم ساس بہو کا سیکرٹ ہے۔" صالحہ خوشدلی سے بولیں۔نور بھی مسکرا اٹھی۔

"یہ راز و نیاز اس خوشگوار موڈ کی وجہ ہے تو آپ دونوں جاری رکھیں، میں چلا۔"

"ارے آؤ، بیٹھو تم بھی۔" صالحہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔

"اب آپ دونوں راز و نیاز کریں، کچن میں میرا کام باقی ہے۔" وہ ان دونوں کو چھوڑ اپنی سوچوں میں الجھی باورچی خانے میں چلی گئی۔

✿......✿......✿

"سو گئے؟" بڑی دیر تک اس کی پیٹھ کو تکنے کے بعد بالآخر اس نے ہمت کر ہی لی۔

"اگر سو بھی گیا ہوں تو تمہیں جگانے کی اجازت ہے۔" امان نے اس کی جانب پلٹتے ہوئے کہا۔اس کا چہرہ سامنے آتے ہی اتنی دیر سے مجتمع کی گئی ہمت پھسلنے لگی۔

"کیا آپ کو اس سے محبت تھی؟" اس نے ہاتھوں سے پھسلتا حوصلہ مضبوطی سے تھاما۔

"کس سے؟"

"ہما سے۔"

"پتا نہیں۔"

"کیسے پتا نہیں؟ آپ کو محبت تھی یا نہیں، یہ آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے۔"

"میں نے کبھی اس بارے میں سوچا ہی نہیں۔" امان کی بات پر نور بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"بیٹھ کر کبھی سوچتا، غور و تجزیہ کرتا اور پھر فیصلہ کہ محبت ہے یا نہیں، اس سے پہلے ہی وہ سحر ٹوٹ گیا تھا۔"

"محبت کے لیے بیٹھنے، سوچنے یا غور و تجزیے کی ضرورت کہاں ہوتی ہے۔ یہ تو بس کسی خاص لمحے میں......"

وہ بڑے جوش میں کہتے ہوئے، اپنی بے اختیاری کا احساس ہوتے ہی ایک دم رک گئی۔

"یقین کرو، اس کا جواب میں فی الحال "پتہ نہیں" ہی دے سکتا ہوں۔"

نور بغور اس کا چہرہ ٹٹولنے لگی۔ گویا ابھی اس کا جھوٹ پکڑ لے گی۔ امان ہنس دیا۔

"تم بھول رہی ہوں میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"ہم......"

"ویسے تمہیں اس سوال کا خیال کیوں آیا؟"

"میں نے سنا وہ بہت خوبصورت تھی۔"

"تو؟"

"تو......خوبصورت لوگوں سے خاص طور پر خوبصورت بیوی سے محبت فطری بات ہے۔" اس نے چہرے پر آئے بال ہٹاتے ہوئے کہا۔ اس کے گلابی شفاف چہرے پر، گہری سیاہ آنکھوں میں اشتیاق ڈول رہا تھا۔ وہ ایک ہتھیلی گال کے نیچے رکھے، امان کی طرف کروٹ لیے تھی۔ امان کے انہماک پر اضطراری انداز میں اس کے پیروں کی انگلیاں بھنچ گئیں۔

"خوبصورت تو تم بھی ہو۔" امان کی گمبھیر سرگوشی اس کے انہماک سے زیادہ مشکل میں ڈالنے والی تھی۔ اس

کی سرخ ہوتی رنگت اور لرزتی پلکوں پر وہ دلکشی سے مسکرایا تو نور نے گڑبڑا کر سینے پر پڑی چادر سر تک تان لی۔ اسی مسکراہٹ کے ساتھ سیدھے ہو کر امان نے آنکھیں بند کر لیں۔ بیٹھنا، سوچنا، غور و تجزیہ، سب بے معنی تھا۔ وہ ایک لمحہ پلنگ کے دونوں کناروں کے درمیان آن ٹھہرا تھا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو پلنگ سے ذرا فاصلے پر کھڑا امان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ جیسے اس کے جاگنے کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

''مجھے ہما سے محبت نہیں تھی۔''

''آں......'' وہ اٹھ بیٹھی۔ بچی کچی نیند بھک سے اڑ گئی تھی۔

''ہمارے بیچ سب نارمل مگر برفیلا تھا، وہ اپنائیت اور گرم جوشی مفقود تھی جو تمہارے اور میرے بیچ ہے اور سب سے اہم......'' وہ دو قدم آگے آ کر اس کے سامنے جھکا۔ ''جس انداز سے تم میرے دل کی رفتار پر اثر انداز ہوتی ہو۔ یہ کام وہ کبھی نہیں کر سکی۔'' آنکھ کھلتے ہی ملنے والی یہ نئی اطلاع اس کے ننھے سے دل کیلئے بہت بڑی تھی۔ امان نے سیدھا ہوتے ہوئے دلچسپی سے اپنی ''ایمانداری'' کا اثر نوٹ کیا۔

''امان!'' باہر سے صالحہ نے اسے پکارا۔

''جی مما'' وہ بڑے موڈ میں جواب دیتے ہوئے باہر نکلا۔ اس کی ساری بات دل میں دہرا کر اس نے جیسے تسلی کی کہ کچھ غلط تو نہیں سنا۔ چادر ہٹا کر جب وہ پلنگ سے نیچے اتری تو اس کے چہرے پر شرمگیں سا تبسم بکھرا تھا۔

✿......✿......✿

صالحہ کے روٹین چیک اپ کیلئے رابعہ انہیں ڈاکٹر کے پاس لے گئی تھی۔ امان بیڈروم میں لیپ ٹاپ کھولے اپنے کام میں مصروف تھا۔ عثمان کو کھانا کھلانے کے بعد نور نے اسے سلانا چاہا لیکن وہ نئی توانائی پا کر اب بڑی مستی میں تھا۔

''بس بیٹا! ماما تھک گئی۔'' عثمان کا ہاتھ پکڑ کر وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے پیچھے دوڑتے دوڑتے اور اسے پکڑتے ہوئے وہ واقعی تھک گئی تھی۔ اس نے نیا نیا چلنا سیکھا تھا اس لئے ان دنوں اس کا پسندیدہ کام دوڑنا،

بھاگنا ہی تھا۔عثمان نے اس سے ہاتھ چھڑایا اور اپنی ایجاد کردہ زبان میں اسے پیچھے آنے کی دعوت دیتا ہال کے باہر دوڑا۔

''ادھر نہیں عثمان!'' وہ اس کے پیچھے لپکی۔ ''وہاں ماما کام کر رہے ہیں۔'' وہ کوریڈور سے بیڈ روم کی طرف مڑ کر غائب ہوا تو اسے اندر داخل ہونے سے پہلے پکڑنے کے لیے وہ پوری رفتار سے آگے بڑھی اور دوسری طرف سے آتے امان سے ٹکرا گئی۔ اگر امان نے پھرتی نہ دکھائی ہوتی تو وہ یقیناً زمین پر ہوتی۔

''ایسے اندھا دھند کہاں بھاگ رہی ہو؟ ابھی میری جگہ مما یا رابعہ ہوتیں تو تم دونوں گرتیں۔'' اس زبردست ٹکر کے نتیجے میں اس کے کلچر سے نکل کر بکھرے بال پیچھے کرتے ہوئے امان نے کہا۔ نور کی پیشانی اس کے شانے سے لگی تھی، اسے گرنے سے بچانے کے لیے از خود امان کا ہاتھ اس کی کمر کے گرد پھیلا تھا۔ یہ بالکل بے اختیاری اور حفاظتی ردعمل تھا۔ اپنے شانے پر اس کی عرق آلود ہوتی پیشانی اور لرزتا وجود محسوس ہوتے ہی اپنا ہاتھ کھینچ کر امان فوراً پیچھے ہٹا۔ یہ سب کچھ سیکنڈز میں ہوا تھا۔

''نورا'' اس نے جھک کر اس کا چہرہ دیکھنا چاہا۔ وہ اپنی جگہ کھڑی ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ اس نے پہلے کی طرح ہی اپنے دونوں ہاتھ مضبوطی سے ایک دوسرے میں جکڑ رکھے تھے۔

''نورا اندر چلو۔'' اسے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں وہ گر ہی نہ جائے۔ بیڈ روم کے دروازے میں کھڑا معصوم عثمان سہمی نظروں سے اس بدلی سی مامی کو دیکھ رہا تھا۔

''نورا'' امان کی پریشان آواز پر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے دیوار کا سہارا لیتے ہوئے بیڈ روم میں آئی اور پلنگ پر بیٹھ گئی۔ امان نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی بوتل سے اسے پانی نکال کر دیا۔ خود پر قابو پاتے ہوئے اس نے ایک ہی سانس میں پورا گلاس خالی کر دیا۔ گلاس رکھتے ہوئے اس نے سامنے کھڑے پریشان اور فکر مند امان اور سہمے اور ڈرے سے عثمان کو دیکھا تو اسے ایکدم رونا آ گیا۔ امان اسے کچھ کہتا اس سے پہلے ہی نور کی تقلید میں عثمان نے بھی رونا شروع کر دیا۔

''ارے۔ ارے۔'' امان نے آگے بڑھ کر عثمان کو گود میں اٹھایا۔ ''میں ایک ساتھ تم دونوں کو نہیں سنبھال سکتا۔''

نور نے خود کو روکنا چاہا لیکن آنسوؤں پر اسکا بس نہیں تھا۔ امان نے عثمان کو بیڈ پر بٹھایا اور اپنے فون میں کارٹون لگا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ بھی اسی دور کا بچہ تھا۔ اسکرین پر نظر آرہے رنگ اور آواز سن کر وہ رونا بھول کر ادھر متوجہ ہو گیا۔ نور کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ گیا تھا اور اس کے بدن سے پھوٹتا پسینہ بھی ظاہر تھا۔ اس کے بال تک بھیگ گئے تھے۔ امان نے پنکھا چلایا اور گھٹنے موڑ کر پنجوں کے بل اس کے سامنے فرش پر بیٹھ گیا۔

''سوری۔ اس بار بھی میری غلطی ہے۔ میں اچانک سامنے آگیا تھا۔ رئیلی سوری۔''

نور نے چہرہ صاف کیا۔ اس نے وقت لے کر کپکپاہٹ اور اختلاج کو قابو میں کیا تھا۔

''اور ہر بار آپ کی سوری میری شرمندگی میں اضافہ کرتی ہے۔''

''ایمانداری'' کے جراثیم پلنگ کی دوسری طرف بھی منتقل ہو رہے تھے۔ ''یہ بہت ایمبیر یسنگ ہے۔'' وہ سر جھکائے حقیقت میں بہت شرمندہ تھی۔

''یہ ایک میڈیکل کنڈیشن مطلب بیماری ہے۔'' امان کی بات پر اس نے سر اوپر کیا۔ اس کے چہرے پر سوچ کے بادل منڈلا رہے تھے۔ ''تو اس کا علاج بھی ہو گا۔ مجھے لگتا ہے کہ ہمیں اس طرف یعنی علاج پر توجہ دے کر اسے ہمیشہ کیلئے ختم کرنا چاہیے۔''

نور نے اپنوں اور غیروں سے، خیر خواہوں اور تماش بینوں سے، اس مسئلے پر ہزاروں مشورے اور نصیحتیں سنی تھیں، تم یہ کرو یہ نہ کرو، تم ایسا سوچو ویسا نہ سوچو، تم یہ کتاب پڑھو، تم وہ وظیفہ کرو، وغیرہ وغیرہ۔ سب نے اسے اپنی ان باتوں سے کبھی شعوری طور پر تو کبھی لاشعوری طور پر یہ باور کرایا تھا کہ یہ اس کا مسئلہ ہے۔ اسے خود ہی حل کرنا ہو گا، اس مشکل سے اسے خود ہی نکلنا ہو گا۔ اس کے مسئلے اور مشکل کو کسی نے اس طرح نہیں اپنایا تھا جیسے اس وقت امان نے ''ہمیں'' کہہ کر اسے اپنا بھی ذاتی مسئلہ بنا لیا تھا۔ اس نے لبالب بھری آنکھوں کو چھلکنے سے روکتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''میرے ایک دوست کے ابو سائیکولوجی کے لیکچرر ہیں۔ میں ان سے مل کر تمہارا کیس انہیں بتاتا ہوں بلکہ نہیں، میں پہلے ان سے بات کرتا ہوں پھر ہم دونوں ساتھ میں چلتے ہیں یہ زیادہ بہتر رہے گا، کیوں؟''

اسکا ضبط جواب دے گیا اور آنکھیں چھلک پڑیں۔

''آپ جو کہیں، جیسا کہیں، میں تیار ہوں۔'' وہ روتے ہوئے بمشکل بولی۔ یہ بارش امان کے فرشِ دل کو بھی نم کر رہی تھی۔ اس نے خود کو پھر کسی بے اختیاری حرکت سے باز رکھنے کے لئے مٹھیاں بند کر لیں۔ تبھی ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا نور کا فون بجنے لگا۔ امان نے کھڑے ہو کر فون اٹھا کر اسے دیا۔ کسی انجان نمبر سے کال تھی۔

''ہیلو'' اس نے چہرہ صاف کر کے خود کو سنبھالا اور حتی الامکان آواز میں بشاشت پیدا کی۔ ''ہیلو۔ ہیلو۔''

دوسری طرف خاموشی تھی۔

''شاید رانگ نمبر ہے۔'' اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اسے فون ہاتھ میں لیے دیکھ کر عثمان کارٹون سے نظر ہٹا کر اس کے فون پہ جھپٹا تو نور نے اسے گود میں لے لیا اور کھڑی ہو گئی۔

''عثمان کے سونے کا وقت ہو گیا ہے، میں اسے سلا دیتی ہوں۔''

''نور!''

وہ دروازے پر امان کی آواز سن کر پلٹی۔

میں اس معاملے میں سیریس ہوں۔''

''میں بھی۔''

اس کے جانے کے بعد وہ لیپ ٹاپ کھولے گوگل پر پینک ڈس آرڈر سرچ کرنے لگا۔ اس سے قبل اس نے سرسری سا دیکھا تھا لیکن اس وقت اور اس وقت کے ارادے اور مقصد میں بہت فرق تھا۔

✿......✿......✿

نور کی پھوپھو کے یہاں دعوت تھی جواب تک کسی نہ کسی وجہ سے ٹلتی آ رہی تھی۔ مبشر بیوی بچوں کے ساتھ پونے میں رہتا تھا۔ وہ نور کی شادی میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔ ان دنوں اس کا تبادلہ ممبئی ہو گیا تھا۔ لاڈلے بیٹے کی واپسی کی خوشی میں پھوپھو نے نور کے ساتھ ساتھ امی ابو اور بھائی بھابھی کو بھی مدعو کیا تھا۔ چھٹی کے باوجود بھی کسی کام کی وجہ سے امان کو دوپہر میں دفتر جانا پڑا۔ صالحہ نے اس سے کہا کہ وہ جلدی کام نپٹا کر سیدھا نور کی پھوپھو کی طرف آ جائے لیکن امان نے انہیں مثبت جواب نہیں دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ کام میں زیادہ وقت بھی لگ سکتا ہے اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دعوت میں نہ آ سکے۔

نور اور صالحہ دونوں پھوپھو کے گھر پہنچی ہی تھیں کہ صالحہ کے فون پر امان کا دورنگ والا سگنل مل گیا۔ پھوپھو کے یہاں ان کی بڑی بیٹی عمارہ باجی، ان کے تینوں بچے اور نور کے امی، ابو، بھائی، بھابھی بچوں کے ساتھ پہلے ہی موجود تھے۔

مبشر کی شادی اس کی تایا زاد آفرین سے ہوئی تھی۔ ان کی جڑواں بیٹیاں تھیں۔ دو سالہ انیسہ اور انیقہ۔ بچیوں کی پیدائش کے بعد آفرین نے اتفاق سے کسی دن اپنے ساس سسر کی بات سن لی تھی اور یہ جان کر حیران رہ گئی تھی کہ نور کے "دوروں" کے باوجود شادی کے لئے مبشر نے نور کا نام لیا تھا جسے اسی وقت پھوپھو نے خارج از امکان قرار دے کر رد کر دیا تھا۔ دو بچیوں کے ساتھ اتنی فرصت نہیں تھی کہ اس انکشاف پر غور و فکر کرتی۔ جلد اس کے ذہن سے یہ سنی سنائی بات نکل گئی تھی لیکن نور کی شادی کی خبر ملنے کے بعد مبشر میں در آئی تبدیلیوں نے اسے پھر وہ بات یاد دلا دی تھی۔

راتوں کو جاگ کر سگریٹ پر سگریٹ پھونکیں جانا، غائب دماغی سے اس کی باتوں پر ہوں ہاں کرنا، گھنٹوں تنہا سوچ میں غلطاں بیٹھے رہنا اور پھر کسی مصروفیت کے نہ ہوتے ہوئے بھی شادی میں مصروفیت کے بہانے شرکت نہ کرنا، اس کا شک کرنا جائز تھا۔ اب بھی اس نے اس دعوت کے اہتمام پر آنا کافی کی تھی۔

"تمہاری شادی میں نہیں آسکے اس لیے اب یہ تحفہ قبول کرو۔" آفرین نے بڑا سا گفٹ باکس اسے دیا۔ اس نے خاموشی سے باکس لے لیا۔

"اس فورمیلٹی کی کیا ضرورت تھی بیٹا۔" نور کی جگہ صالحہ نے کہا۔

"فارمیلٹی کیسی آنٹی، یہ تو ہماری نورالصباح کے لئے محبت ہے۔" اس کے دل میں نور کے لئے کوئی اچھے جذبات نہیں تھے اور انہیں چھپانے کے لئے یہ مصنوعی مظاہرے ضروری تھے۔

"مبشر نے تو بہت کوشش کی تھی کہ کسی طرح ہم شادی میں شریک ہو جائیں لیکن چھٹیاں ہی نہیں ملیں۔"

"چھٹیاں تو امان کو بھی نہیں مل رہی تھیں، وہ چاہتا تھا میں دو تین ماہ شادی آگے بڑھا دوں لیکن میں نے کہا، بھلے دو دن کی چھٹی لو مگر شادی آگے نہیں بڑھے گی۔"

"بیٹا اور کتنا وقت لگے گا امان کو؟" امی نے پوچھا۔ سب ہی اس کے انتظار میں تھے۔

''ذرا فون کر لوں۔'' صالحہ کے کہنے پر اس نے سب کے درمیان سے نکل کر ذرا فاصلے پر جا کر امان سے بات کی۔ اس کا کام ختم نہیں ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ کھانے کے لئے اس کا انتظار نہ کریں، اسے آنے میں دیر ہو گی۔ کوئی بھی مہمان خصوصی کے بغیر کھانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ صالحہ اور نور نے مشکلوں سے ان سب کو کھانے کے لیے راضی کیا۔ کھانے کے بعد ایک بار پھر خوش گپیوں کا دور چل رہا تھا تب امان آیا۔ وہ سب کے لیے آئسکریم اور چاکلیٹس لایا تھا۔ آئسکریم کے ٹب مائرہ کو دینے کے بعد وہ بچوں میں چاکلیٹس تقسیم کرنے لگی جو سارے اس کو گھیر کر کھڑے تھے۔ تھیلی میں ہاتھ ڈال کر چاکلیٹس نکال کر بچوں کو دیتے ہوئے اس کے ہاتھ میں اپنی پسندیدہ مینگو فلیور والی ٹافی کا پیکٹ لگا۔ اس نے امان کی طرف دیکھا، وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''یہ تمہارے لیے ہے۔'' وہ مسکرایا۔ اسے یاد تھا۔

''تمہیں یہ ابھی تک پسند ہے۔'' مبشر کی آواز پر کوئی اور نہیں مگر آفرین بری طرح چونکی۔ ابھی تک مبشر نے نور کو مخاطب تک نہیں کیا تھا اور اب یہ فقرہ جو پرانی یاد یا بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ اس نے مبشر کو اور پھر نور کو دیکھا جو بڑی دلکشی سے مسکرا رہی تھی۔ اس لمحے وہ آفرین کو بڑی مکار اور چالباز لگی۔

''کسے ونیلا چاہیے اور کسے روسٹیڈ آلمنڈ؟'' مائرہ ٹرے میں آئسکریم کی پیالیاں رکھے حاضر ہوئی۔ اس کے بعد ان کے رخصت ہونے تک آفرین نے نور سے بات نہیں کی تھی۔

وہ تینوں دیر رات گھر پہنچے تھے۔ صالحہ کو دوائی اور دودھ دے کر وہ کمرے میں آئی تو امان نماز پڑھ رہا تھا۔ اسے کپڑے تبدیل کرنے کے لئے پہلے الماری سے پہننے کے لئے کپڑے نکالنے تھے۔ اس کے لیے اسے امان کی نماز ختم ہونے کا انتظار کرنا تھا۔ اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے ٹافیوں کا پیکٹ نکالا اور کھول کر ٹافیاں ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے کانچ کے چھوٹے سے جار میں ڈال دیں، جس میں پہلے والی دو ٹافیاں بچی تھیں۔ خالی پیکٹ ڈسٹ بن میں ڈال کر وہ اپنے لئے ایک ٹافی کھولتے ہوئے پلٹی تو امان سلام پھیر کر جا نماز اٹھا رہا تھا۔ اس نے ایک ٹافی اٹھا کر اس کی طرف بڑھائی۔

''نہیں، اس کی جگہ کافی مل جائے تو......''

''ابھی لائی۔'' وہ فوراً باہر نکل گئی۔ چند منٹوں بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں کافی کا مگ تھا۔

”تم نہیں لوگی؟“ اس کے سائیڈ ٹیبل پر رکھنے سے پہلے ہی امان نے مگ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

”آئس کریم اور پھر یہ ٹافی۔ بالکل گنجائش نہیں ہے۔“ اس نے کھڑے کھڑے ہی کان سے آویزے نکال کر جیولری باکس میں رکھے اور روزانہ والی بالیاں پہن لیں۔ چوڑیاں اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پر ہی چھوڑ دیں اور الماری کھول کر کپڑے نکالنے لگی۔

”تم پر یہ اسٹائل زیادہ سوٹ کرتا ہے۔“ وہ الماری بند کر کے پلٹی تو امان کی آواز پر ٹھہر گئی۔

”یہ اسٹائل۔“ اس کے چہرے پر الجھن دیکھ کر امان نے انگلی سے اس کے فراک اور چوڑی دار کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے سفید چوڑی دار پر بلیو اور سفید امتزاج والا کاٹن کا انگ رکھا اسٹائل کا انارکلی اور اسی امتزاج کا دوپٹہ پہنا تھا۔ اس نے مسکرا کر ذرا سا سر خم کیا جیسے کہہ رہی ہو ”جو حکم“ اور کپڑے لیے غسل خانے میں چلی گئی۔

”اب اتنے سارے اسٹریٹ کرتے شلوار اور پلازو پینٹس کا کیا کروں؟“ اس نے غسل خانے کے آئینے میں اپنے پورے عکس کا جائزہ لیتے ہوئے سوچا۔

⁂ ⁂ ⁂

کھانے کے بعد صالحہ، رابعہ کی ساس کے ساتھ بلڈنگ کے احاطے میں چہل قدمی کے لئے گئی تھیں۔ امان ہال کے گوشے میں ڈائننگ ٹیبل پر لیپ ٹاپ رکھے آفس کے کام میں مصروف تھا۔ وہ ہال کے دوسرے سرے پر صوفے پر بیٹھی بظاہر ٹی وی دیکھ رہی تھی لیکن اس کی توجہ پہلے بھٹک کر امان کی طرف جا رہی تھی اور اب پوری توجہ اسی پر تھی۔ وہ گھر والے حلیے، یعنی ٹی شرٹ اور ٹریک پینٹ میں تھا۔ آفس جاتے وقت اس کا حلیہ فارمل ہوتا تھا۔ کوئی خاص موقع ہوتا تو وہ سوٹ یا ٹائی پہنتا تھا۔ معمول کی طرح آج بھی آفس سے آنے کے بعد وہ نہایا تھا، نم بال بکھرے سے تھے۔ اسے یاد آیا کہ بھابھی نے جب اسے امان کی تصویر دکھائی تھی تو پہلا خیال اس کے دل میں یہ آیا تھا ”شکر ہے کلین شیو نہیں ہے۔“ اب اسے حیرانی ہو رہی تھی کہ اس وقت اس نے ایسا کیوں سوچا تھا؟ کیونکہ اس نے اس موضوع پر کبھی نہ غور کیا تھا، نہ سوچا تھا، نہ ہی کسی سے اس بارے میں کبھی کوئی بحث ہوئی تھی کہ اسے کلین شیو پسند ہے یا داڑھی؟ پھر کیوں تصویر دیکھتے ہی اس نے شکر ادا کیا تھا؟ کیا امان پہلی نظر میں ہی اسے پسند آ گیا تھا؟

امان نے لیپ ٹاپ بند کیا تو اس نے خود کو ٹی وی میں مگن ظاہر کرنے کے لئے ریموٹ ہاتھ میں اٹھا لیا۔ وہ اپنی کرسی لیے صوفے تک آیا اور عین اس کے سامنے کرسی رکھ کر اس پر بیٹھ گیا اور اسکے ہاتھ سے ریموٹ لے کر ٹی وی بند کر دیا۔

"تم فرصت سے مجھے دیکھ لو تا کہ پھر میں توجہ سے اپنا کام کرسکوں۔"

"آپ کر تو رہے تھے توجہ سے اپنا کام۔" اس کا انداز شکایتی زیادہ تھا۔

"کوئی مسلسل آپ کو گھور رہا ہو تو کیسی توجہ اور کیسا کام؟"

"مم...... میں کہاں گھور رہی تھی؟"

"اچھا۔ پھر اتنی دیر سے کیا کر رہی تھی؟"

"میں...... ٹی وی دیکھ رہی تھی۔" وہ ڈھنگ سے جھوٹ بھی نہیں بول پائی۔ اس کی بات پر وہ ہنس دیا۔

"بہانہ اور چھپانا کیوں؟ تمہاری اپنی چیز ہے، جتنا مرضی اتنا دیکھو۔" اس کی چوری پکڑی گئی تھی۔ وہ پہلی بار اتنا قریب تھا اور اچھی خبر یہ تھی سب کچھ اس کے قابو میں تھا ماسوائے چہرے کی لالی اور پلکوں کی لرزش کے، جسے چھپانے کے لئے اس نے گردن جھکا لی تھی۔

"ہاہ۔" امان نے ایک گہری سانس لے کر لحہ بھر کو سر پیچھے کیا پھر اس کے چہرے پر نظریں جما دیں۔ "یہ تمہارا سرخ چہرہ اور شرماتی پلکیں، میرا بڑا امتحان لیتے ہیں۔" اس کی آواز اور نگاہوں سے چھلکتے جذبات نور کے دل میں جاگی چنگاری کو ہوا دے رہے تھے۔ بڑی دیر تک امان خاموش رہا تو اس نے آہستہ سے سر اٹھا کر دیکھا۔ نور سے نگاہ ملتے ہی وہ مسکرایا تھا لیکن اس کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی وہ بھانپ گئی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں یونس انکل، میرے دوست کے والد سے بات کرتا ہوں پھر ہم دونوں ان سے ملنے جائیں گے۔" امان کی بات پر اس نے سر ہلایا۔ "دراصل انکل اگلے ہفتے عمرہ کیلئے جا رہے ہیں اس لئے مجھے اس وقت ان سے اس مسئلے پر گفتگو کرنا مناسب نہیں لگا۔"

"کوئی بات نہیں، ان کے عمرہ سے واپس آنے کے بعد دیکھیں گے۔" نور نے کہا لیکن امان کچھ اور سوچ رہا تھا۔

''ہر بار اچانک، تمہاری مرضی اور اجازت کے بغیر ہوا فزیکل کانٹیکٹ تمہارے پینک اٹیک کی وجہ بنا ہے، رائٹ؟'' اس کے تمہیدی سوال کے جواب میں نور نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ایکسپرٹ اور ڈاکٹرز کی مدد لینے کے ساتھ ساتھ تمہیں نہیں لگتا ہے کہ ہمیں خود بھی کوشش کرنی چاہیے؟''

اب کے نور سر جھکائے چپ وساکت ہی رہی۔

''نور!'' اسکی خاموشی پر امان نے پکارا۔ ''میری طرف دیکھو۔''

نور کو سر اٹھا کر اسے دیکھنا پڑا۔

''میں اپنے پہلے دن کیے وعدے پر قائم ہوں، تم نے اس مسئلہ کے حل کے لیے......''

''میری چپ کا یہ مطلب نہیں ہے۔'' اسے فوراً ہی سمجھ آ گیا کہ امان نے غلط نتیجہ اخذ کیا ہے۔ سو سرعت سے اس کی بات کاٹ کر مخاطب ہوئی۔

''میں اپنی حالت کی وجہ سے آپ کو پھر پریشانی میں نہیں دیکھ سکتی۔'' اس نے جس تیزی سے پہلا فقرہ کہا تھا، دوسرا اتنی ہی آہستگی سے کہا۔ امان کا دل کیا، اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے اور اپنی ''پریشانی'' کی ساری روداد سنا ڈالے مگر وہ لب بھینچ کر مسکرا دیا۔

''آج ہم ایک چھوٹے سے تجربے سے شروعات کرتے ہیں، یہ دیکھنے کے لیے کہ تمہاری اجازت، مرضی اور خواہش سے ہوئے کانٹیکٹ کے بعد کیا ہوتا ہے۔''

امان نے اپنا سیدھا ہاتھ اس کے آگے کر کے ہتھیلی کھولی۔ نور کے گود میں رکھے ہاتھوں کی مٹھیاں بندھ گئی۔ امان نے حوصلہ دیتی آنکھوں سے اپنی ہتھیلی کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں صاف تحریر تھا ''تم یہ کر سکتی ہو۔'' نور نے بائیں مٹھی کھول کر ہتھیلی کرتے کے دامن سے رگڑ کر خشک کی اور ہاتھ اٹھایا، ابھی اس کا ہاتھ امان کی ہتھیلی سے ذرا فاصلے پر ہی تھا کہ کمرے کی خاموشی میں دروازے کی گھنٹی گونج اٹھی۔ اس شور پر مارے گھبراہٹ کے اس کا ہاتھ خود بخود پیچھے ہو گیا۔ امان نے بدمزہ ہو کر ایک گہری سانس بھری اور کھڑا ہو گیا۔

''میں دیکھتی ہوں۔'' نور بھی صوفہ چھوڑ کر دروازے کے جانب بڑھی۔ امان کرسی لیے واپس اپنی سابقہ جگہ پر آ گیا۔ دروازے پر صالحہ اور رابعہ کی ساس تھیں۔

”صالحہ نے بتایا کہ تم نے بڑا مزیدار گاجر کا حلوہ بنایا ہے، وہی چکھنے آئی ہوں۔“ رابعہ کی ساس اندر آتے ہوئے بولیں۔

حلوے اور چائے کے دور میں ان دونوں کا ساتھ دینے اور رابعہ کی ساس کے جانے کے بعد صالحہ کو دوائی دے کر وہ کمرے میں آئی تو امان سو چکا تھا۔ وہ بہت دیر تک پلنگ پر اپنی جگہ بیٹھی سوئے امان کو تکتی رہی پھر اپنا تکیہ اٹھا کر کنارے سے اندر کی طرف آ کر امان سے محفوظ فاصلے پر لیٹ گئی۔ تکیہ سے نیچے پلنگ کی چادر پر امان کا ہاتھ تھا۔ اس نے جھجکتے ہوئے اپنی انگلیوں کی پوروں سے اس کی ہتھیلی کی پشت کو چھوا پھر دھیرے سے بقیہ ہاتھ چادر پر رکھ دیا۔ اپنی نارمل دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے وہ نیند کے آغوش میں چلی گئی۔

رات کے کسی پہر پیاس کے احساس نے امان کو جگایا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی سامنے نور کو دیکھ کر اسے خوشگوار حیرت نے گھیرا لیکن اصل جھٹکا اسے اپنے ہاتھ کو چھوتی نور کی انگلیوں کو دیکھ کر لگا تھا۔ وہ اٹھنے کا ارادہ ترک کر کے کئی خوبصورت احساسات میں گھرا دوبارہ سو گیا۔

امی کا فون آیا تھا کہ ابو کی طبیعت ناساز ہے اور وہ اسے یاد کر رہے ہیں۔ امان دفتر جا چکا تھا۔ سو وہ صالحہ سے اجازت لے کر امی کی طرف آ گئی۔

”آپ کو میری شادی کی فکر تھی، اب وہ بھی نہیں ہے پھر کس ٹینشن میں آپ اپنا بی پی بڑھا رہے ہیں؟“

”سب ٹھیک ہے بیٹا! بس یہ تمہاری ماں یوں ہی پریشان ہو جاتی ہے۔ اسے تمہاری یاد آ رہی ہو گی اس لئے میرا نام لیا تاکہ تم فوراً چلی آؤ۔“

”لو، اب مجھے الزام دے رہے ہیں، کل سے خود ہی کہہ رہے ہیں کہ نور الصباح کی یاد آ رہی ہے۔“ وہ ناراضگی سے کہتیں باہر چلی گئیں۔

”بی پی تو دوائیوں سے کنٹرول میں تھا اگر اب بڑھ رہا ہے تو دوائیاں یا پھر ڈوزز تبدیل کرنے پڑیں گے۔“ وہ ان کی دوائیوں کا ڈبہ لیے بیٹھی تھی۔ ”شام میں ڈاکٹر کے پاس چل کر فل چیک اپ کرواتے ہیں۔“

”اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے بیٹا! تمہاری ماں یوں ہی پریشان ہو جاتی ہے۔“ ابو نے اس کی بات رد

کی۔ ''تم وہ سب چھوڑ دو اور یہاں آؤ'' ابو نے اسے اپنے پاس پلنگ پر آنے کا اشارہ کیا۔ اس نے ڈبہ بند کر کے شیلف میں رکھا اور ان کے قریب بیٹھ گئی۔

''کیا بات ہے ابو؟'' اس کے لیے ان کا چہرہ پڑھنا سب سے آسان امر تھا۔

''تمہارے سسرال میں سب ٹھیک تو ہے ناں؟ کوئی پریشانی والی بات ہو تو مجھے بتا دو بیٹا۔''

اسے ابو سے اس قسم کے سوال کی امید نہیں تھی۔

''آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

''اسکا مطلب ہے میرا شک درست ہے۔'' ابو کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

''بالکل نہیں ابو'' اس نے جلدی سے کہتے ہوئے ان کے ہاتھ تھامے۔ ''سب ٹھیک ہے، پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے۔ کیا مجھے دیکھ کر آپ کو لگتا ہے کوئی فکر والی بات ہے؟ یا کبھی امان اور مما کی کسی بات سے آپ کو کسی گڑبڑ کا شبہ ہوا؟'' ان کی بدلتی حالت دیکھ کر وہ ایک ہی سانس میں بول گئی۔ ''نہیں ناں؟ پھر آپ ایسا کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' اس کی باتوں سے ذرا مطمئن ہو کر انہوں نے شانے ڈھیلے چھوڑے۔

''آصف اور باقی سب کی نیت اور ارادہ جان کر میں نے خود رشتہ کرانے والی خاتون سے مل کر تمہارے متعلق انہیں سب بتا دیا تھا اور انہیں تاکید کی تھی کہ امان اور اس کی فیملی کو سب سے پہلے یہ بات بتائی جائے۔'' ابو نے دھماکہ ہی تو کیا تھا۔

''کل اتفاق سے ان خاتون سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کا شکریہ ادا کیا کہ اتنے اچھے لوگوں سے ملوایا اور رشتہ کرایا، تب انہوں نے بتایا کہ دراصل وہ بات امان کی فیملی تک پہنچی ہی نہیں تھی۔ امان کے جن رشتہ دار کے توسط سے وہ یہ رشتہ لے کر آئی تھیں انہوں نے خود ذمہ داری لی تھی کہ وہ امان کی فیملی کو یہ بات بتا دیں گے لیکن ان لوگوں نے وعدہ خلافی کی اور ان خاتون کو بھی اس کا علم شادی کے بعد ہوا، تب ہی سے میں پریشان ہوں بیٹا۔''

''ابو! امان یہ بات جانتے ہیں، مما اور رابعہ نہیں جانتیں اور جب سب کچھ ٹھیک ہے تو اس ذکر کا کوئی مطلب نہیں۔'' اس نے سچ جھوٹ کی آمیزش سے ابو کو مکمل تسلی اور اطمینان دلانا چاہا۔

''اور اتنے مہینوں سے آپ سب ہی مجھے دیکھ رہے ہیں اگر کوئی مسئلہ ہوتا تو کم از کم وہ آپ سے مخفی نہیں رہ

سکتا تھا۔“

شکر تھا کہ ابو اس کی باتوں اور دلیلوں سے مطمئن ہو گئے تھے۔ وہ جو سمجھ رہی تھی کہ گھر والوں نے ابو کو بھی اس کی طرح اندھیرے میں رکھا تھا اور اسی بے خبری کی وجہ سے وہ شادی میں خوش تھے۔ آج اپنی خام خیالی پر شرمندہ تھی۔ اس کے اصول پسند ابو اتنی اہم بات کیسے نظرانداز کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنی طرف سے فریب اور دھوکا ٹالنے کی پوری کوشش کی تھی۔

رات میں امان اسے لینے آیا تھا۔ گھر سے نکلتے ہی اس نے امان سے پہلا سوال یہی کیا کہ ان کا رشتہ کس کے توسط سے ہوا تھا۔

”یہ تو مما ہی تمہیں بتا سکتی ہیں۔ انہوں نے ہر جاننے والے سے کہہ رکھا تھا اور ہر کسی نے کم از کم ایک کینڈیڈیٹ تو بتایا ہی تھا لیکن تمہیں اچانک یہ خیال کیوں آیا؟“

نور نے اپنی اور ابو کی گفتگو دہرائی۔

”یہ تو اچھا ہی ہوا۔“

”آں......اچھا؟“

”ہمم۔ مما کے علم میں یہ بات آتی تو معاملہ وہیں ختم ہو جاتا۔ جس نے بھی یہ بات چھپائی تھی، اس نے بڑی مہربانی کی۔“ نور کا دل بڑے انداز میں اترایا۔

”کیوں، تمہیں ایسا نہیں لگتا؟“ راستے سے نظر ہٹا کر امان نے اسے دیکھا۔

”چھپانے والے نے یہ کسی اچھی نیت سے تو نہیں کیا ہوگا۔“ اس نے اپنا دل، امان کا سوال اور نظر، سب بڑے جتن سے نظرانداز کیا تھا۔

”جو بھی ہو، اگر آج اس کی وجہ سے ہم ساتھ ہیں تو چھوڑو، معاف کیا اسے۔“ یہ صرف فراخدلی کا مظاہرہ نہیں تھا۔ یہ امان کا اعتراف تھا، اقرار تھا۔ اس نے براہ راست نور کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ اپنے تپتے چہرے کو چھپانے کے لئے اس نے کھڑکی کی سمت گردن موڑ لی۔

”سامنے دیکھو، گردن اکڑ جائے گی۔“ وہ زیر لب مسکرا رہا تھا۔

''میں آپ کو امتحان سے بچا رہی ہوں۔'' نور کے جواب پر امان نے بیساختہ قہقہہ لگایا۔اسی وقت بے موقع اس کے فون پر رنگ ہوئی۔اس نے ہینڈ بیگ سے فون نکالا۔کسی انجان نمبر سے کال تھی۔

''ہیلو۔ہیلو۔'' کچھ سیکنڈز انتظار کرنے کے بعد اس نے کال ختم کر دی۔

''یہ کافی دنوں سے ہو رہا ہے، کسی نئے نمبر سے کال ہوتی ہے اور دوسری طرف سے کوئی بات ہی نہیں کرتا۔'' نور نے فون واپس بیگ میں رکھتے ہوئے کہا۔

''کالز ایک ہی نمبر سے ہوتی ہے یا ہر بار الگ نمبر ہوتا ہے۔''

''میں نے غور نہیں کیا۔''

''کبھی کال بیک کر کے چیک کر لو، کون ہے۔''

''چھوڑیں، آگے سے میں انجان نمبر والی کالز ریسیو ہی نہیں کروں گی۔'' اس کے پاس آسان حل تھا۔

''لیکن نمبر ضرور نوٹ کر لینا۔''

''ہم۔''

✿......✿......✿

دلوں کے بدلتے موسم کے اثرات بیڈ روم میں بھی نظر آرہے تھے۔ پلنگ پر ان کے بیچ فاصلہ قائم مگر پہلے سے کم تھا۔ کمرے کے در و دیوار ان کی آوازوں، باتوں، مسکراہٹوں اور قہقہوں سے مانوس ہو رہے تھے۔

امان کی پھوپھو کی بیٹی شیما کی شادی اگلے مہینے طے پائی تھی۔وہ اپنے شوہر کے ساتھ دعوت دینے آئی تھیں۔ان کے ساتھ تائی اور علینہ بھی تھیں۔صالحہ نے انہیں رات کے کھانے کے لئے روک لیا تھا۔شادی کے بعد رابعہ کی فیملی کے علاوہ وہ پہلے مہمان تھے جن کے کھانے کا اسے اہتمام کرنا تھا۔بڑی لگن سے اس نے سارے پکوان بنائے تھے۔اسکی نہ نہ کے بعد بھی رابعہ اس کی مدد کے لیے ساتھ تھی۔کھانا تقریباً تیار تھا۔وہ سب امان کا انتظار کر رہے تھے، جسے آج معمول سے زیادہ دیر ہو گئی تھی۔امان کی کال کے بعد کہ وہ دفتر سے نکل چکا ہے اور کچھ ہی دیر میں گھر پہنچ جائے گا، وہ سب کے درمیان سے اٹھ کر باورچی خانے میں آ گئی۔سلاد اس نے آخری وقت کے لیے اٹھا رکھا تھا۔سب سلیقے سے کاٹنے اور پلیٹ میں سجانے میں اسے وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔سلاد

سے فارغ ہو کر وہ برتن نکالنے لگی۔ اوپر والے کیبنٹ سے پلیٹیں نکالنے کے بعد اس نے بڑے پیالوں کے لیے اندر ہاتھ مارا، وہ پیچھے تھے اور اسے نظر بھی نہیں آرہے تھے۔ اس نے پنجوں کے بل اچک کر ہاتھ پیچھے تک لیجانے کی کوشش کی تبھی اس کے عقب سے امان کا ہاتھ آیا۔ اس نے پیالے نکال کر سلیب پر رکھ دیئے اور پھر دونوں ہاتھ سلیب پر رکھے ایسے کھڑا ہوا کہ نور درمیان میں قید تھی۔ وہ دم سادھے اس کے پیچھے ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔

"ایسے کاموں کے لیے پکار لیا کرو۔"

"مجھے کہاں علم تھا آپ آگئے ہیں۔"

"پھر تو تمہیں یہ بھی علم نہیں ہوگا کہ میں کب سے کچن میں ہوں۔"

نور پہلو سے ابھرتی نئی سرگم سنتی چپ رہی۔ کئی لمحوں بعد بھی امان اپنی جگہ جما رہا تو وہ دھیرے سے گویا ہوئی۔

"یہ آپ چیٹنگ کر رہے ہیں۔"

امان الٹے دو قدم چل کر پیچھے ہٹا۔

"میں چیٹنگ اور چیٹنگ کا رزلٹ چیک کر رہا تھا۔"

"پاس!" نور نے دل میں نعرہ لگایا اور سنبھل کر پلٹی۔

"آپ کب سے بے ایمان ہو گئے؟" اسے امان کی پہلے دن گنوائی صفات اچھی طرح یاد تھی۔

"جب سے یہ بے ایمان ہوا ہے۔" امان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہتھیلی اپنے دل کے مقام پر رکھی۔ اس کے سینے کی دھک نور کی ہتھیلیوں میں سرائیت کرتی اس کے پورے بدن میں پھیل گئی تھی۔ اس کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا لیکن اس بار اس اختلاج میں وحشت نہیں تھی بلکہ یہ نئی طرز مسحور کرنے والی تھی۔ امان شاید آج کوئی اور پہل بھی کر ہی دیتا پر برا ہو علینہ کی بھوک (دراصل تجسس) کا جو اسے باورچی کھانے تک لے آئی۔

"وہاں ہمیں کھانے کے انتظار میں بٹھا کر یہاں تم دونوں رومانس میں بزی ہو۔" دروازے پہ کھڑی علینہ کی آمد اور آواز ان دونوں کو یکساں ناگوار گزری تھی۔ نور نے جھٹ اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا مگر امان کی گرفت مضبوط

تھی۔

''اس مصروفیت بھری زندگی میں رومانس کے لیے ایسے ہی وقت چرانا پڑتا ہے۔'' امان نے آہستہ سے اس کا ہاتھ سینے سے ہٹا کر نیچے کیا۔

''سب ریڈی ہے، آپ چلیں۔'' نور نے اپنا ہاتھ چھڑایا۔ ''میں بس کھانا ہی نکال رہی ہوں۔'' وہ پیالا اٹھا کر چولہے پر رکھے پتیلے کی طرف بڑھی۔ علینہ ایک کڑی نظر دونوں پر ڈال کر چلی گئی۔ چند منٹ کے بعد امان خالی پلیٹیں اور چمچے لے کر آیا اور اس کے پیچھے سالن کے پیالوں کی ٹرے لیے نور بھی تھی۔ یہ ہم آہنگی کے مظاہرے پر علینہ کو بالکل اچھے نہیں لگ رہے تھے۔

بھائی، بھابھی کی شادی کو دس سال پورے ہو گئے تھے۔ یہ دن یاد رکھ کر ایک دوسرے کو تحائف دینے اور ایک ساتھ باہر کھانا کھانے کے علاوہ ان دونوں نے کبھی کوئی خاص اہتمام نہیں کیا تھا۔ لیکن اس بار بھابھی نے سب کی دعوت رکھی تھی۔ صالحہ کو زکام تھا اس لیے وہ نہیں آئی تھیں۔ وہ کھانے کے بعد عترت اور شہباز کو ان کی فرمائش پر کہانی سنا کر سلانے کے لیے ان کے کمرے میں چلی گئی تھی۔ انہیں سلا کر کمرے سے باہر آئی تو امان، عادل بھائی اور خالہ انوار کے ساتھ باتوں میں مگن تھا۔ سب کے گھر دو قدم کے فاصلے پر تھے اس لیے کھانے کے بعد بھی محفل کے جلد برخاست ہونے کے آثار نہیں تھے۔ سب مختلف گروہوں میں سر جوڑے ہنسی مذاق میں مصروف تھے۔ اسے صالحہ کی طبیعت اور تنہائی کا احساس تھا۔ امان کو نکلنے کا اشارہ کر کے وہ اس کے جوتے لینے باہر آئی۔ داخلی دروازے سے لگ کر رکھے شو کیبنٹ کے آخری خانے سے جوتے اٹھا کر وہ سیدھی ہوئی تو سامنے مبشر کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

''بس دو منٹ، میری بات سن لو۔''

اس نے کترا کر نکلنا چاہا تو مبشر نے آگے آ کر راستہ روکا۔

''پلیز......'' اس کا سخت تاثر دیکھ کر مبشر نے منت کی۔

''جلدی کہو۔'' اس کا لہجہ سپاٹ اور آواز سرد تھی۔

”ہاں جلدی کہیں، مجھے بھی سننا ہے۔“ پھوپھو کے دروازے میں کھڑی آفرین شعلہ بار نگاہوں سے دونوں کو گھور رہی تھی۔

”ت۔۔۔ت۔۔۔تم یہاں کیا کر رہی ہو؟“ وہ نیند آرہی ہے کہہ کر کھانے کے فوراً بعد گھر چلی گئی تھی۔اس حساب سے اسے ابھی تک سو جانا چاہیے تھا۔

”اندر جاؤ۔“ اس کے تحکم بھرے انداز پر اس کا خون کھول اٹھا تھا۔

”واہ!“ وہ طنزیہ انداز میں تالی بجاتی ہوئی ان دونوں کے قریب آئی۔”یہ ہمت ہے یا بے حیائی، داد تو دینی پڑے گی، مجھے اندر جانے کا حکم دیں کر آپ یہاں اسے عشق وہجر کے قصے سنائیں گے۔“

”آفرین!“ وہ دونوں ایک آواز میں دھاڑے تھے۔ان کی آواز اندر تک پہنچی تھی اور اگلے پل سب کے سب باہر تھے۔

”کیا ہو رہا ہے یہاں؟“ پھوپھو نے مبشر اور آفرین کو باری باری دیکھ کر پہلا سوال داغا۔

”پوچھیں اپنے بیٹے اور بھتیجی سے۔“ اس کا انداز زہر خند ہی نہیں حقارت بھرا بھی تھا۔

”یہ کیا بکواس ہے آفرین؟“ آصفہ نے ناگواری سے کہا۔

”بکواس؟“ وہ قطعی مروت کے لئے تیار نہ تھی۔”پوچھیں اپنی بیٹی سے، یوں تو یہ دونوں سب کے سامنے ایک دوسرے کو مخاطب تک نہیں کرتے پھر کیوں میرا شوہر اسے بار بار فون کرتا ہے؟ یہ دیکھیں......“ اس نے مبشر کا فون آگے کیا۔مبشر کو علم ہی نہیں تھا کہ وہ اتنی عجلت میں اس لیے وہاں سے نکلی تھی کہ مبشر کا ان لاک فون اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

”کال ہسٹری، پچھلے دنوں میں کتنی کالز ہیں اس کے نمبر پر۔“ آفرین نے کال لاگ سب کے سامنے کیا۔

”کیوں تماشہ بنا رہی ہو؟ تم کچھ نہیں جانتی۔“ مبشر نے دانت پیسے۔اچھا بھلا موقع ملا تھا جسے آفرین نے رسوائی کا سامان بنا دیا تھا۔

”یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتی۔“ وہ جارحانہ انداز میں ہاتھ ہلا کر چلائی۔”بتائیں، کیا چل رہا ہے آپ دونوں کے بیچ؟“

''آپ صرف اپنی اور اپنے شوہر کی بات کریں۔'' اتنی دیر سے خاموش امان نے کہا۔''نور کو اس میں شامل نہ کریں۔'' وہ آگے آکر کر نور کے بازو میں کھڑا ہو گیا۔

''آپ کچھ نہیں جانتے۔'' آفرین جوش میں امان کی طرف بڑھی۔

''میں سب جانتا ہوں۔'' امان نے اطمینان سے قطع کلامی کی۔سارے حاضرین چونک کر امان کو دیکھنے لگے۔نور نے امی ابو کی طرف دیکھا۔دونوں ہی اس اچانک بدلے ماحول پر حیران اور کچھ فکر مند نظر آرہے تھے۔سب سے زیادہ ششدر مبشر تھا۔امی ابو سے نگاہ ہٹا کر اس نے فیصلہ کن انداز میں مبشر کو دیکھا،وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس لمحہ مبشر کو اس کی آنکھوں میں چیلنج نظر آیا۔

''ابھی نہیں تو پھر کبھی نہیں۔'' اس نے سوچا۔دھیرے دھیرے ہوتیں سرگوشیاں جھنجھناہٹ میں بدل گئی تھیں۔

''میں بتاتا ہوں کیا چل رہا ہے۔'' مبشر کی آواز پر سب کو سانپ سونگھ گیا۔

''میں پچھلے کئی دنوں سے نور کو کال کر رہا ہوں معافی مانگنے کیلئے لیکن ہر بار نور کے فون ریسیو کرتے ہی میری ہمت دم توڑ گئی۔آج یہ چانس ملا تو میں نے سوچا روبرو ہی بات کی جائے۔'' کسی کی کچھ پلے نہیں پڑ رہا تھا۔

''تجھے کیا ضرورت آن پڑی ہے نورالصباح سے معافی مانگنے کی؟'' پھوپھو نے ناگواری سے کہا۔

''صرف نورالصباح ہی نہیں، مجھے ماموں اور ممانی سے بھی معافی مانگنی ہے۔''

''پہیلیاں مت بجھواؤ،صاف بات کرو۔'' ابو کی بارعب آواز گونجی۔

''اسکول میں نورالصباح کے ساتھ ہوئے حادثے کا ذمہ دار میں ہوں،میں نے لیٹر لکھ کر زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر لیٹر اسے دیا تھا۔ساتھ ہی اس کے لیے اپنی فیلنگز کا اظہار بھی کیا تھا،میری اس حرکت سے وہ اس قدر خوف زدہ ہوئی کہ......''

''ذلیل انسان، تمہیں تو میں......'' عادل بھائی طیش میں مٹھیاں بند کر کے آگے بڑھے تو ابو نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں روکا۔سب کے چہرے متغیر تھے،سوائے نور اور امان کے۔پھوپھو کے چہرے پر بے یقینی تھی اور آفرین کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔اسے اپنے شوہر کے بدلے رویے اور ممکنہ بے وفائی اور بدکرداری کا الزام نور کے

سرلگانے کی اتنی جلدی تھی کہ اس نے شوہر کے حوالے سے سوچا ہی کہاں تھا۔ یہ صرف اس کی کہانی نہیں تھی، اکثر عورتیں اپنے رشتوں کو بچانے کے لیے الزام، قصور، غلطی، لغزش، دوسری عورت کے سر تھوپنے ذرا دیر نہیں کرتیں۔ شوہر، بھائی، باپ، کوئی بھی رشتہ ہو، وہ کبھی پہلے مرد کو کٹہرے میں نہیں لے جاتی ہے۔ یوں ہی تو عورت کو عورت کی سب سے بڑی دشمن نہیں کہا جاتا ہے۔

''نورالصباح میری اس حرکت کو عام نہ کردے اس ڈر سے اس کی باتوں کو ناقابل اعتبار بنانے اور اس کی کنڈیشن کو کسی جن بھوت کا سایہ ثابت کرنے کے لیے میں نے بہت ساری جھوٹی اور سراسر غلط باتیں بھی اس کے ساتھ منسوب کردی تھیں تاکہ سب اسے کسی جن یا بھوت کے سائے کا اثر سمجھیں۔''

چہروں کے رنگ بدل رہے تھے۔ بے یقینی کی جگہ اب غصہ اور تاسف تھا۔

''ان دنوں مجھے اپنا کوئی بھی عمل غلط نہیں لگتا تھا، نہ ہی مجھے کسی بات کا افسوس تھا بلکہ میں خود کو داد دیا کرتا تھا کہ اپنی عقلمندی سے میں نے خود کو ایک بڑے اسکینڈل سے بچالیا ہے۔ صورتحال کی سنگینی کا احساس مجھے پہلی بار اس وقت ہوا جب انگیجمنٹ کے دوران نورالصباح کا حال وہی ہوا جو اس دن اسکول میں ہوا تھا۔ ان دنوں سچوئشنز اور کنڈیشنز کی یکسانیت مجھ سے بہتر کوئی اور نہیں جانتا تھا۔ اس کے بعد نورالصباح کے متعلق آس پاس کے لوگوں کی باتوں نے میرے ہلکے سے گلٹ کو اتنا بڑھا دیا کہ جب امی نے شادی کا ذکر کیا تو میں نے نور الصباح کا نام لیا اور امی نے سنتے ہی مسترد کرکے، اپنی غلطی سدھارنے کا میرا ارادہ اور موقع دونوں ختم کر دیے۔''

آج سب کیلئے انکشافات کا دن تھا۔ وہ سانس لینے رکا۔ سارے خاندان کے سامنے یوں اعتراف جرم آسان نہیں تھا۔

''اس بار جب نورالصباح کی شادی کی خبر ملی تو میرا سویا گلٹ پھر بیدار ہوا، میں شاید اسے تھپک کر سلا دیتا اگر میرے گھر میں دو ننھی پریاں نہ ہوتیں، ہر بار انہیں دیکھنے پر مجھے اپنی غلطی اور نورالصباح کی حالت کے ساتھ ساتھ اپنی بزدلی کا احساس بھی تنگ کرنے لگا تھا، مجھے بار بار یہ خیال ستانے لگا کہ اگر میں نے معافی نہ مانگی تو کہیں اس کی سزا میری بیٹیوں کو نہ ملے۔ اس وقت معافی مانگنا مشکل نہ ہوتا لیکن اس عمر میں، اپنے بچپن کی غلطی

کے لیے اس شخص سے معافی مانگنا جواب تک اس غلطی کی سزا کاٹ رہا ہے، بہت مشکل تھا۔'' وہ آفرین کی طرف مڑا۔''تم نے میری یہ مشکل آسان کردی۔''

اسکی جتاتی نظروں میں بہت کچھ تھا۔آفرین بنا کچھ کہے پھوپھو کے فلیٹ میں چلی گئی۔ پھوپھو نے رونا شروع کردیا تھا۔انہیں اس وقت بھی سالوں پرانے حادثے یا مبشر کے احساسِ جرم، قرارِ جرم، اور معافی جرم کا خیال نہیں ستا رہا تھا بلکہ وہ اندر ہی اندر آفرین کو صلواتیں سنا رہی تھیں۔ وہ سوچ رہی تھیں، کاش! یہ سارے خاندان کے سامنے نہ ہوتا، کیسا بےوقوف ہے ان کا بیٹا اور اب کیسے اس بات کو اپنے سسرال میں آگ کی طرح پھیلنے سے روکا جائے۔

''نورالصباح، ماموں، ممانی، عادل بھائی، میں آپ سب سے اپنی غلطی، خاموشی اور بزدلی کے لیے معافی مانگتا ہوں۔'' اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑے۔

''تم نے اس وقت سچائی اگل دی ہوتی تو حالات بہت مختلف ہوتے تھے۔ میری بیٹی کو وہ سب سہنا نہیں پڑتا، اتنے سالوں بعد تمہاری معافی کا کوئی مطلب نہیں ہے۔'' آصفہ نے دوپٹے سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا۔ بھائی ایک بار پھر آگے بڑھے تھے کہ ابو کی آواز نے انہیں روک دیا۔

''جو گزر گیا وہ گزر گیا، اسے اب بدلا نہیں جاسکتا۔ ہماری بیٹی اپنے گھر میں خوش ہے، ہمیں اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں چاہیے۔ اگر یہ آج بھی نہ کہتا تو ہم کیا کر لیتے؟ اس نے سب کے سامنے بات کہنے اور معافی مانگنے کی ہمت کی ہے تو اسے معاف کرو تاکہ یہاں موجود دوسرے بھی اس سے سبق لیں۔'' ابو اپنی بات کہہ کر تھکے تھکے سے اندر چلے گئے۔

''چلو'' اماں نے نور سے کہا۔ وہ ابھی تک اس کے جوتے ہاتھ میں لئے کھڑی تھی۔ بھابھی امی کو لے کر اندر بڑھی اور ذکریٰ نے بھائی کا ہاتھ تھام کر اندر چلنے کو کہا۔ باقی لوگ کچھ پھوپھو کے ساتھ ان کے گھر چلے گئے اور کچھ نور کے گھر۔ اماں کے ساتھ اندر آکر وہ سیدھے ابو کے پاس گئی۔ مبشر اب بھی اپنی جگہ کھڑا تھا، خاندان کے دیگر کسی فرد نے اس سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

''بیٹا! تم نے اس وقت کیوں نہیں بتایا یہ سب؟'' ابو نے کانپتی آواز میں اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ ان

سے لپٹ کر رو دی۔

''مبشر اور پھر پھوپھو...... کون یقین کرتا تھا میرا؟''

''تمہارا باپ کرتا تھا۔'' ان کی رندھی آواز سن کر وہ اور شدت سے رونے لگی۔

''خیر، کیا ہو سکتا تھا کیا نہیں، وقت گزرنے کے بعد یہ بحث فضول ہے۔'' ابو نے سنبھل کر اسے خود سے الگ کیا۔ ''لیکن اس میں قصور ہمارا بھی ہے، ہم کیسے بے خبر رہیں، اس حادثے کے مکمل اور تفصیلی چھان بین ہمیں بھی کرنی چاہیے تھی، بچوں کے متعلق کسی بھی غیر معمولی بات پر والدین کی ذمہ داری ہے کہ ہر طرح سے تسلی کریں جو ہم نے نہیں کی اور سب سے اہم بیٹا، ہم تمہیں وہ اعتماد نہیں دے پائے جو تمہیں اپنی ہر بات، ہر تکلیف، ہر پریشانی ہمارے ساتھ بانٹنے پر مجبور کرتا۔ عادل، عاصمہ، ذکریٰ، تم سب بھی اس سے یہ سبق لو کہ بچوں اور والدین کے بیچ ایک پر اعتماد فضا کتنی ضروری اور اہم ہے۔ ویسے مجھے خوشی کہ تم نے ہم سے نہ سہی لیکن امان سے اس بات کا ذکر کیا اور اللہ کا احسان ہے کہ امان نے تمہاری بات سمجھی اور یقین بھی کیا۔'' وہ رشتہ کرانے والی خاتون اور نور سے ملی معلومات کے بعد سے ہی امان کا شکریہ ادا کرنا چاہتے تھے۔ ''اس کے لیے میں آپ شکر گزار ہوں بیٹا۔''

''انکل! آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ اعتماد والدین اور بچوں کے بیچ ہی نہیں اس رشتے میں بھی اتنا ہی اہم اور ضروری ہے۔''

امان کی بات سیدھے اس کے دل پر جا کے لگی تھی۔ کچھ دیر بعد امی نے اسے گلے لگایا تب اگر وہ جان لیتی کہ ان کی بیٹی کے دل میں ان کے لیے اس وقت کیسے جذبات ہیں تو کچھ دیر پہلے والے انکشافات انہیں بڑے معمولی لگتے۔

وہ گھر پہنچے تو وہ اس ساری جذباتی ہلچل اور رونے کی وجہ سے بہت تھک گئی تھی۔ صالحہ کو دوا وغیرہ دے کر کمرے میں آئی تو کپڑے تبدیل کر کے سونے کا ارادہ تھا۔ امان کو اس وقت اس سے بہت سی باتیں کرنی تھیں۔

''نورا!'' وہ کپڑے تبدیل کر کے غسل خانے سے نکلی تو امان نے پکارا۔

''جی؟'' اس نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔

''آؤ، سو جاؤ۔'' امان نے ارادہ بدل کر فاصلے پر رکھا اس کا تکیہ درست کیا۔ وہ فرمانبرداری سے لیٹ گئی اور چند منٹوں میں ہی سو بھی گئی لیکن امان کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔

✿......✿......✿

اگلے دن امان دفتر سے لوٹا تو اس خبر کیساتھ کہ کل شام اسے ہفتہ بھر کے لیے یو کے جانا ہے۔ وہ سوفٹ ویئر انجینئر تھا اور سالوں کی محنت اور لگن کے بعد آج وہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اونچے عہدے پر فائز تھا۔ نور کی موجودگی میں یہ امان کا پہلا بیرون ملک دورہ تھا اس لئے صالحہ پیکنگ میں اس کی مدد کر رہی تھیں۔ یوں تو اپریل میں انگلینڈ کا موسم سرد نہیں ہوتا پھر بھی وہاں کا 21 اور 31 ڈگری سیلسیس درجہ حرارت ممبئی کے باسیوں کے لئے بڑا سرد ہے۔ اس کے گرم کوٹ، سویٹر اور مفلر وغیرہ رکھنے کے ساتھ ساتھ صالحہ اسے اس کے پچھلے دیگر ممالک کے دوروں کے قصے بھی سنا رہی تھیں۔ انہیں بڑا افسوس تھا کہ ان کے کہنے کے بعد بھی امان اسے ساتھ نہیں لے جا رہا۔ ان کے اصرار پر امان نے جواب دیا تھا کہ ''مما! اگر یہ پاسیبل ہوتا تو آپ کے کہنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ بہت ٹائٹ شیڈول ہے۔''

اس میں واقعی کوئی بہانہ نہیں تھا۔ ممکن ہوتا تو وہ خود ہی نور کو بھی ساتھ لے جاتا تھا۔

وہاں پہنچ کر امان بہت مصروف ہو گیا تھا۔ دوسرے وقت کا فرق، اس لیے ایک بار ہی فون پر بات ہو پائی تھی۔ تصویریں اور میسجز وہ برابر بھیج رہا تھا۔ آدھی رات گزر چکی تھی مگر اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ کروٹ بدل بدل کر تھک گئی تو وہ اٹھ بیٹھی۔

''بس یہ آخری رات ہے۔'' اس نے امان کی خالی جگہ کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ ''کل وہ یہاں ہوں گے۔''

تبھی فون سے میسج کے مخصوص اشارے کی آواز آئی۔ اس نے فون اٹھایا۔ امان کا میسج تھا۔

''تمہارے ہاتھ کا کھانا مس کر رہا ہوں۔'' اس نے اپنی پلیٹ کی تصویر بھیجی تھی۔ وہ کسی انڈین یا پاکستانی ریسٹورنٹ میں تھا۔

''صرف کھانا؟'' اس نے سوچا۔

''اور تمہیں بھی۔'' بلیوٹک دیکھ کر اس کے جاگنے اور میسج پڑھ لینے کی تصدیق ہونے کے بعد اس نے آگے لکھا

تھا۔نور کی دھڑکنوں کی لے بدلی۔اس کی انگلیاں ٹائپ کرنے کے لیے تیار مگر ٹھہری ہوئی تھیں۔اسے ”میں بھی“ لکھنا تھا۔لیکن جھجک آڑے آ رہی تھی۔

”آپ اتنی جلدی ڈنر کر رہے ہیں؟“ آخر اس نے لکھ کر بھیجا تو یہ۔

”ہم.......لنچ مس ہو گیا تھا۔ویسے تم نے کیا بنایا تھا آج؟“

”کچھ خاص نہیں، مما کا آلو پالک کھانے کا من ہو رہا تھا تو وہ ہی بنایا تھا۔“

”اور تمہیں آلو پالک بالکل پسند نہیں ہے“۔امان کا میسج اسے بڑی انوکھی خوشی دے گیا۔آخر وہ اس کی اتنی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتیں بھی ٹھیک ٹھاک نوٹ کرتا تھا۔اس نے جواب میں سمائل بھیجا۔

”تم سوئی نہیں ابھی تک؟“

”بس سونے جا رہی تھی۔“

”اوہ!میں نے ڈسٹرب کیا پھر تو سو جاؤ۔“

”آپ کل کب تک آئیں گے؟“

”رات ہو جائے گی۔“

”میں انتظار کروں گی۔“

امان نے تھمس اپ کا ایموٹیکان بھیجا۔اگر نور جان جاتی کہ اس نے ننھے سے سرخ ہارٹ والا ایموجی بھیجنے سے خود کو باز رکھا ہے تو رات بھر سو نہیں پاتی۔

”اللہ حافظ۔“

”اللہ حافظ۔“

فون رکھنے سے پہلے اس نے کتنی بار امان سے اپنی گفتگو پڑھی اسے بھی یاد نہیں تھا۔کچھ دیر یونہی بیٹھی رہی پھر اٹھ کر امان کی جگہ پر آئی اور اس کے تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

اگلے دن آنکھ کھلتے ہی وہ بڑی بے تابی سے رات کا انتظار کر رہی تھی لیکن اس کی ساری بیتابی اور جوش پر برف پڑ گئی جب دوپہر میں امان کا فون آ گیا کہ وہ آج نہیں آ رہا ہے بلکہ اسے مزید دو تین دن اور رکنا ہے۔

''ایسا کرتے ہیں تم اور رابعہ شاپنگ کرلو۔'' اس کی اتری شکل دیکھ کر صالحہ نے کہا۔

''شاپنگ؟''

''ثریا کے یہاں کی شادی میں دن ہی کتنے ہیں؟ سوچا تھا امان آجائے تو تم دونوں ساتھ جا کر شاپنگ کرلو گے۔'' صالحہ نے نند کے ہاں کی شادی کی یاد دلائی۔ ''لیکن اب اس کے لیے رکنا فضول ہے، وہ تھکا ماندہ آئے گا اور آتے ہی فوراً بازار جانے کے لیے بھی تیار نہیں ہوگا، وقت بھی کہاں ہے؟ اگلے ہفتے ہی تو شادی ہے۔''

''شاپنگ کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے، ہیں تو میرے......''

''کیسے نہیں ہے۔'' صالحہ نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی۔ ''شادی کے بعد تم پہلی بار خاندان کے کسی فنکشن میں شرکت کروگی اس لیے خوب اچھی طرح تیاری کرو۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا تو اسے ماننا پڑا۔

''ٹھیک ہے مما لیکن آج نہیں، کل صبح ہی صبح نکل جائیں گے۔''

''تم رابعہ سے بات کر کے کل کا پلان بنالو۔''

اگلے دن وہ دونوں ناشتے کے بعد عثمان کو گھر میں نانی اور دادی کے حوالے کر کے بازاروں کی خاک چھاننے نکل گئیں۔ لدی پھندی شام میں واپس لوٹیں تو مغرب ہوگئی تھی۔ وہ دونوں پہلے نماز کیلئے کھڑی ہو گئیں۔ ساری خریداری صالحہ اور آنٹی کو بتانے اور داد وصول کرنے کے بعد رابعہ، آنٹی اور عثمان کے ساتھ اپنے گھر چلی گئی تو وہ دن بھر کا گرد و غبار اور تھکن اتارنے غسل خانے میں گھس گئی۔

گیلا تولیہ باہر لٹکا کر وہ کھڑکی بند کر کے پلٹی تو ٹھٹک کر رک گئی۔ یہ خواب نہیں تھا، امان ہی دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔

''امان!'' اس نے پہلی بار بدن کے سارے خلیات کو ایک ساتھ خوشی سے جھومتے محسوس کیا۔

''نورا!'' وہ مسکرایا۔ ''اگر تمہاری اجازت ہو......'' امان نے وہیں کھڑے کھڑے اپنی بانہیں کھولیں۔ اس کے چہرے پر صحرا میں سیراب ہونے والا تاثر تھا۔ نور آگے بڑھی۔ وہ دوسرا قدم اٹھاتی اس سے پہلے ہی امان اس کے مقابل پہنچ گیا تھا۔ نور اس لمحے مجسم ''اجازت'' تھی۔ امان نے اسے بازوؤں میں لیکر خود سے قریب کیا۔

''آئے ریئلی، ریئلی، ریئلی مسڈ یو۔'' نور کے گیلے بالوں پر اپنا گال ٹکا اس نے گہری سانس لیتے ہوئے

سرگوشی کی۔

''میں نے بھی۔'' پل بھر لگا تھا اسے بھی سچ کہنے میں۔ساتھ ہی امان نے اپنی پشت پر نور کے ہاتھ محسوس کیئے، وہ مسکرا دیا۔

''اٹس اے گڈ نیوز!'' ہفتہ بھر انگلش بولنے کا اثر تھا کہ وہ اب بھی انگلش ہی بول رہا تھا۔

''آپ تو کل آنے والے تھے ناں؟''

''پھر یہ سرپرائز کیسے ملتا؟'' اس نے ''یہ'' جتانے کے لیے حلقہ آغوش تنگ کیا۔

''اوپر والے کو مجھ پر رحم آ گیا تھا اس لیے کام جلد ختم ہو گیا اور ٹکٹ بھی ہو گئی۔'' امان نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے سامنے کیا۔''نورا'' اس نے نکھری سی، گلابی سی نور کے بال پیچھے کیے۔''تمہیں یاد تو ہوگا، ہم دونوں نے ایک دوسرے سے وقت مانگا تھا۔''

نور نے سر اونچا کر کے اسے دیکھا۔

''اب مجھے ایک سیکنڈ بھی نہیں چاہیے۔''

نور کی رنگت بڑے واضح انداز میں بدلی تھی۔

''اس کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ میں تمہیں مزید وقت نہیں دے سکتا۔'' امان نے اپنے تئیں اس یکا یک تغیر کا جواز جان کر کہا۔چند پل کی خاموشی کے بعد وہ گویا ہوئی۔

''میں آپ سے جھوٹ کہہ پائی، نہ ہی کچھ چھپا پائی۔'' وہ ایکدم سنجیدہ تھی۔ بات کرتے ہوئے اس کی نگاہیں امان کے شرٹ کے بٹن پر جمی تھیں۔''میں آپ کے ساتھ کھلی کتاب کی طرح رہنا چاہتی ہوں اور اب بھی کچھ ہے جو مجھے آپ سے شیئر کرنا ہے لیکن مجھ میں فی الحال اسے زبان تک لانے کا حوصلہ نہیں ہے۔'' نور نے امان کو دیکھا جس کے چہرے پر استعجاب اور حیرت ایک ساتھ ابھرے تھے۔''مبشر اور جنید صرف ٹریگر تھے، میرے پینک اٹیک کا اصل ریزن کچھ اور ہے۔''

نور کے شانوں پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی۔ بدترین خدشات نے پہلی سرگوشی کی تھی اگر وہ ادھر کان دھر دے تو آگے بدگمانی کا پھیلا جنگل تھا۔اس کی کیفیت سے انجان نور کہے جا رہی تھی۔

''اس سے تنہا میری ذات ہی وابستہ نہیں ہے، میرے اپنے بھی جڑے ہیں، عزت، وقار، رتبہ داؤ پر لگا ہے، رشتے ٹوٹ سکتے ہیں، تعلق ختم ہو سکتے ہیں، میرے بارے میں آپ کی رائے اور جذبات بدل سکتے ہیں، مجھے سب سے زیادہ یہ ڈر ستاتا ہے کہ کہیں میں آپ کو کھو نہ دوں۔ میرا یقین کریں، ان سارے اندیشوں کے باوجود بھی سارے جہاں میں، میں یہ صرف آپ سے کہنا چاہتی ہوں اور صرف آپ سے ہی کہہ سکتی ہوں۔'' اس کی آواز رندھ گئی تھی۔ ''میں کسی راز اور بوجھ کے ساتھ نہیں بلکہ ساری الجھنیں اپنے اندر سے نکال کر پوری دیانت داری سے خود کو آپ کے سپرد کرنا چاہتی ہوں۔''

نور کا یہ اعتبار اور مان سیدھا اس کے دل میں اتر گیا۔ چند لمحے پہلے ابھری وہ سرگوشی معدوم ہو گئی تھی۔ ''میں نہیں چاہتی میرے ماضی کی بدصورتی اور سیاہی ہمارے رشتے کو گہنائے۔''

''نورا'' امان نے شانوں سے ہاتھ اوپر کر کے اس کا چہرہ تھاما۔ ''کوئی بات، کوئی راز، کوئی سیاہی، میرے لیے تمہارا مقام نہیں بدل سکتی، تم آج، ابھی، اس پل، جو میرے لیے ہو اس بات کے کھلنے کے بعد بھی وہ ہی رہوگی۔'' وہ یہ سب کسی وقتی جذبے یا لمحاتی فسوں میں گھر کر نہیں کہہ رہا تھا۔ اس مختصر عرصے میں اس شفاف، بے ریا اور سادہ دل لڑکی سے اس کے دل کا بڑا گہرا رشتہ جڑ گیا تھا اور وہ اپنی ترجیحات واضح رکھنے والا بندہ تھا۔ ''کسی کو پسند، ناپسند کرنے یا کسی کو قبول اور ریجکٹ کرنے کی بیسوں وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن محبت کی کوئی وجہ نہیں ہوتی، اسے کسی ریزن کی ضرورت نہیں پڑتی، یہ بس ہوتی ہے یا نہیں ہوتی ہے اور ایک بار ہو جائے تو ختم بھی نہیں ہوتی ہے اس لیے مجھے کھونے کا ڈر دل سے ہمیشہ کے لیے نکال دو، میں ہر حال میں تمہارے ساتھ، تمہارے پاس ہوں۔''

اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔ اس سے اچھا اظہارِ محبت اور کیا ہو سکتا تھا۔

''کیسا مسیحا لکھا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے نصیب میں۔''

''بس مجھے تھوڑا، بہت تھوڑا وقت اور دے دیں۔''

''ٹھیک یور ٹائم اینڈ ٹرسٹ می۔'' امان نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

آج پھوپھو کی شیما کی شادی تھی۔ رابعہ نے اس کی خریداری اور اب تیاری بڑے اہتمام اور دل سے کی تھی۔ سرخ اور سنہری بھاری کام والی ساڑھی میں، اسی امتزاج کے زیور اور مہندی لگے ہاتھوں میں آج اس کا روپ ہی الگ تھا۔ یہ رابعہ کی شاپنگ اور اسے تیار کرنے میں لگی محنت کا کمال تھا یا پچھلے دن باتوں میں ہوئے اظہار اور اقرار کا، یہ سوچنے والی بات تھی۔

''اللہ! رابعہ......'' اس نے قد آدم آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کوئی غلطی سے مجھے ہی دلہن نہ سمجھ بیٹھے۔''

''اس میں غلطی کہاں ہوگی، آخر تم بھی ابھی دلہن ہی ہو۔'' صالحہ نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتارتے ہوئے کہا۔

''مما! چھ ماہ سے بھی زیادہ وقت ہو گیا ہے، اب کون سی دلہن؟'' اس نے ہنس کے یاد دلایا۔

''ختم ہو گئی ہو آپ لوگوں کی تیاری تو چلیں اب؟'' امان نے دروازے سے جھانک کر کہا۔ نور اسٹول پر بیٹھ کر سینڈلز پہن رہی تھی۔

''ہاں چلو'' صالحہ باہر نکلیں، ان کے پیچھے رابعہ بھی۔ امان ان دونوں کو راستہ دینے کے لیے اندر آ گیا تھا۔

''مما اور رابعہ کو شہروز اور انکل آنٹی کے ساتھ جانے دو، ہم رک جاتے ہیں۔'' وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر کھڑی ہوئی تو امان نے کہا۔ وہ اس ہوش ربا منظر کو دیکھ کر بے خود سا ہو رہا تھا۔

''آں......'' نور کو فوراً اس کی بات نہیں سمجھی تھی۔ پھر امان کے چہرے کو دیکھتے ہی وہ گڑبڑا کر ساڑھی سنبھالتی باہر بھاگی۔

''مما، رابعہ! میرے لیے رکیں تو!'' امان نے قہقہہ لگایا اور اس کے پیچھے باہر نکلا۔

شادی لان میں تھی۔ خواتین و مرد حضرات کا انتظام علیحدہ تھا۔ عثمان، اپنے دادا، شہروز اور امان کے ساتھ تھا۔ اسے بھوک لگی تو تنگ کرنے لگا۔ شہروز نے فون کر کے رابعہ کو خواتین والے حصے کے داخلی گیٹ پر بلوایا تبھی اس کا ضروری فون آ گیا تو اس نے عثمان کو رابعہ تک پہنچانے کی ذمہ داری امان کو سونپ دی۔ عثمان کو رابعہ کی گود میں دینے کے بعد وہ پلٹ ہی رہا تھا کہ دور سے آتی نور نے اسے اشارے سے رکنے کو کہا۔ وہ فون پر بات کرتے

ہوئے تیزی سے چل رہی تھی۔ اسے علم ہی نہیں تھا کہ دائیں پیر کے سینڈل کا اسٹریپ کھل گیا ہے۔

''امی ابو بس پہنچنے ہی والے ہیں، آپ انہیں گیٹ پر ریسو کرلیں۔'' اس نے فون بند کر کے کہا۔'' وہ یہاں زیادہ افراد کو جانتے بھی نہیں۔''

''اتنا دوڑ کیوں رہی ہو، گر جاتی ابھی۔'' امان بیٹھ کر اس کے سینڈل کا اسٹریپ بند کرنے لگا۔

''ارر......رر......'' اس نے پیر پیچھے کرنا چاہا۔'' یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟'' پیر کھینچنے کی کوشش میں وہ لڑکھڑائی تو بے اختیار ہی اس کے امان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر خود کو سنبھالا۔ وہ اپنا کام ختم کر کے کھڑا ہوا۔

''آج تم صرف میرا امتحان ہی نہیں لے رہی ہو بلکہ کسی میگنیٹ، کسی جادو کی طرح مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہو۔'' امان نے اس کے بال پیچھے کیے، جس کی اب اسے عادت سی ہوتی جا رہی تھی۔'' اگر گر ورگئی اور مجھے اٹھا کر لے جانا پڑا تو......'' وہ اس کے اور قریب ہوا تو وہ گھبرا گئی۔

''امان!'' دونوں کے درمیان فاصلہ قائم رکھنے کے لیے نور نے ہاتھ لمبا کیا اور اسے قریب آنے سے روکا۔

''ہم اکیلے نہیں ہیں، کوئی دیکھ لے گا۔''

''دیکھ لے اور اکیلے تو ہم......''

نور کا فون بج اٹھا۔

''ابو ہیں، شاید وہ پہنچ گئے ہیں۔'' نور نے فون دیکھتے ہوئے کہا۔ امان بھی پیچھے ہوا۔

''ان سے کہو وہیں رکیں، میں آ رہا ہوں۔''

فاصلے سے یہ سب دیکھتی علینہ کے رگ رگ میں شعلے بھڑکنے لگے تھے۔ کیوں؟ آخر کیوں وہ اب بھی خوش تھا؟ کیوں اس کی آنکھوں میں مسرت تھی؟ کیوں اس کے چہرے پر راحت تھی؟ اسے ٹھکرانے والے کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ محبت کرے اور اسے کسی کی محبت ملے۔ اگر دل توڑنا سب سے بڑا گناہ ہے تو امان سے بڑا گنہگار کوئی نہیں تھا، پھر کیوں اس کا دل توڑنے کی سزا کی بجائے امان کو خوشیوں کی سوغاتیں مل رہی تھیں؟ وہ اپنے شوہر کے ساتھ آسودہ نہیں تھی تو پھر امان کیسے اپنی بیوی کے ساتھ مسرور تھا؟ یہ تو انصاف نہیں تھا۔ حساب اور بدلہ برابر کا ہونا چاہیے اور اس کے نزدیک امان سے برابری کا بدلہ یہ تھا کہ وہ بھی ساری عمر قبولیت سے محروم رہتا۔ وہ

بھی ٹھکرائے جانے کی اذیت سے گزر کر اس کی طرح تڑپتا رہتا۔ وہ آج بھی اس زمانے میں قید تھی جب اسے امان سے دیوانہ وار عشق ہوا تھا۔ کھلے دل سے امان کے روبرو اظہار کے بعد اس کی طرف سے پذیرائی نہ ملنے پر وہ ذرا مایوس نہیں ہوئی تھی۔ وہ خاندان کی سب سے حسین، اسمارٹ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی تھی۔ اسے پورا یقین تھا کہ صالحہ اسے نظر انداز کر ہی نہیں سکتیں۔ اسی لئے جب اسے خبر ملی کہ صالحہ امان کے لئے لڑکیاں دیکھ رہی ہیں تو وہ پہلی بار پریشان ہوئی تھی۔ امان اور صالحہ سے مایوس ہونے کے بعد اس نے سفینہ کے ذریعے اپنی پسند اور خواہش ماں تک پہنچائی۔ وہ اپنی لائق فائق بیٹی کیلئے صالحہ سے خود بات کرنے کے لئے تیار نہیں تھیں۔ انہیں بھی اس بات کا غصہ تھا کہ صالحہ ان کی قابل بیٹی کو نظر انداز کیے باہر کی لڑکی بیاہ کر لانا چاہتی تھیں۔ ان کی بیٹی کو اچھے رشتوں کی کمی نہیں تھی پھر وہ کیوں صالحہ کے آگے ہاتھ پھیلاتیں؟

صالحہ کی جاری مسلسل تلاش اور اپنی ماں کی انا نے اسے وہ انتہائی قدم اٹھانے پر اکسایا تھا۔ اس کا مرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ بس اپنے گھر والوں پر دباؤ ڈالنا چاہتی تھی اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی ہو گئی تھی لیکن اس کی خودکشی کی اس ناکام کوشش نے صالحہ کا فیصلہ آسان کر دیا تھا۔

ہما سے امان کی طلاق کا سن کر اسے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ پل بھر کے لیے وہ بھی اپنے اس ردعمل پر حیرت زدہ رہ گئی تھی۔ اس وقت اسے احساس ہوا تھا کہ اس کی خوشیاں امان کی بربادی سے مشروط ہیں۔ اس کا دل روندنے والے کو بھی ٹھکرا دیا گیا تھا۔ قدرت نے اس کا بدلہ لے لیا تھا۔ وہ اجڑے حال، بکھرے بال، سرخ آنکھیں اور ویران چہرے والے امان کا تصور لیے انڈیا واپس آئی تھی۔ اسے لگا تھا اب امان کی تڑپ اس کے زخمی دل کا پھاہا بنے گی لیکن یہ اس کی حسرت ہی رہی۔ امان ہمیشہ کی طرح خوش باش، مطمئن اور پر سکون تھا۔ جو انسان اندر سے خود اجڑا ہوا سے دوسرے کی ویرانی آسانی سے نظر آ جاتی ہے۔ بڑی تلاش اور کوشش کے باوجود بھی اسے امان کی آنکھوں میں ویرانی، درد، تنہائی، کچھ نہیں ملا تھا۔ وہاں اب بھی زندگی سے بھرپور، پرامید روشنیاں بکھری تھیں۔ وہ نئے سرے پھر پرانے درد سے گزرنے لگی۔ پھر اچانک اتنے دنوں بعد نور کا رشتہ اسے ایک اور موقع دے گیا۔

رشتہ کرانے والی خاتون نے شادی شدہ اور گھر کی بڑی بیٹی ہونے کا خیال کرتے ہوئے نور کے دورے کا مسئلہ سب سے پہلے اسے بتایا۔ اس نے ان خاتون کو تسلی دی کہ وہ خود اپنی چاچی سے یہ بات کرلے گی اس لئے بہتر

ہے کہ تینوں کے علاوہ یہ بات اور کسی کے علم میں نہ آئے۔ چاچی راضی ہو گئیں تو ٹھیک ورنہ انکار کی صورت میں خوامخواہ اس لڑکی کے متعلق یہ بات عام ہو جائے گی جو کہ مناسب نہیں ہے۔ اس کی اس نیک نیت اور سلجھی بات سے وہ خاتون متاثر ہو کر مان گئی تھیں۔

کچھ دنوں بعد اس نے ان خاتون کو سب کچھ جانتے ہوئے صالحہ کے مان جانے کی اطلاع دے دی تھی۔

جب کہ دراصل اس بات کا ذکر اس نے اپنی امی سے کیا تھا نہ صالحہ سے۔ وہ شادی والے دن سے ہی ادھر سے کسی خبر کی امید لگائے بیٹھی تھی اور اب ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کی حیرانی، بے تابی، بے بسی، غصے اور طیش میں ڈھلتی جا رہی تھی۔ چند دنوں پہلے رشتہ کرانے والی وہ خاتون اتفاق سے اس کی امی سے ملیں تو انہوں نے صالحہ اور امان کی تعریف کرتے ہوئے نور کے دوروں کا بھی ذکر کیا اور ان کا ردعمل دیکھتے ہوئے انہیں سمجھنے میں ذرا دیر نہیں لگی کہ وہ اس بات سے انجان ہیں۔ وہ خاتون بہت ناراض ہوئیں اور انہیں خوب برا بھلا بھی کہا کہ اس طرح ان کی ریپوٹیشن خراب ہوئی ہے۔ انہوں نے بڑی منتوں سے انہیں سمجھایا کہ جب سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے، ادھر سے کوئی مسئلہ اور شکوہ نہیں ہے تو وہ بھی اب چپ ہی رہیں۔ گھر آ کر انہوں نے علینہ سے باز پرس کی تو اس کا جواب بھی وہی تھا جو انہوں نے رشتہ کرانے والی خاتون کو دیا تھا۔

ذرا دیر پہلے نور اور امان کو ساتھ دیکھ کر جہاں وہ قدرت کی اس ناانصافی پر دلبرداشتہ ہوئی تھی، وہیں امان کے چہرے پر اسی دیوانہ وار عشق کی جھلک اسے جلا کر راکھ کر گئی تھی جو کبھی اس کا خاصہ تھا۔

"اب اور نہیں۔" وہ دل ہی دل میں کچھ ٹھان کر اٹھی اور صالحہ کو تلاش کرنے لگی۔ جلد ہی اسے وہ نظر آ گئیں۔ ضروری بات کرنی ہے کہہ کر وہ ان کا ہاتھ تھامے انہیں بہ نسبت تنہا گوشے میں لے آئی۔ ذرا سی ندامت اور افسوس، تھوڑا پچھتاوا اور غم، مسلسل بہتے آنسو، گردن جھکا کر اپنی غلطی کا اعتراف اور ہاتھ جوڑے معافی مانگ کر جب وہ ان کے پاس سے ہٹی تو نتیجہ حسب امید تھا۔

رابعہ کو صالحہ اور علینہ دونوں نظر نہیں آئیں تو اس کی چھٹی حس نے اشارے دینا شروع کر دیے۔ اس نے سوئے عثمان کو نور کی گود میں دیا۔

"آپ ذرا اسے سنبھالیں، میں مما کو دیکھتی ہوں۔"

اسٹیج سے نیچے اتر کر صالحہ کی تلاش میں نظریں اور قدم یہاں وہاں کرتے ہوئے اس نے امان کو بھی ٹیکسٹ کر دیا۔

''فوراً مما کے پاس آئیں۔''

بالآخر وہ اسے ایک گوشے میں تنہا کرسی پر بیٹھی مل گئیں۔

''آپ اکیلے یہاں کیا کر رہی ہیں؟'' اس نے قریب آتے ہوئے پوچھا اور قریب آتے ہی صالحہ کا چہرہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی۔ ''مما! کیا ہوا؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' اپنا سوال اسے خود ہی بے تکا لگا۔ صالحہ کا چہرہ بیماری کی نہیں شدید غصے کی تشہیر کر رہا تھا۔

''مما! علینہ باجی نے کچھ کہا آپ سے؟'' اس کی چھٹی حس کے اشارے بالکل درست تھے۔

''گھر چل کو بات کرتے ہیں۔ امان کو بلاؤ اور ''اسے'' بھی۔'' رابعہ کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ آخری بار کب اس نے اپنی ماں کو اس قدر طیش میں دیکھا تھا۔

''کیوں ایسے میسج کر کے بلایا؟'' امان بھی اس خطرے کے سرخ نشان نما پیغام کے ملتے ہی دوڑا آیا تھا۔ صالحہ پر نظر پڑتے ہی اس کا حال بھی رابعہ والا ہو گیا۔

''مما! کیا ہوا؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

''بھائی! علینہ باجی مما کے ساتھ تھیں، ضرور انہوں نے ہی مما سے کوئی الٹی سیدھی بات کی ہے۔''

''اگر اس نے کچھ کہا بھی ہے تو آپ کب سے علینہ کی باتوں میں آنے لگیں مما؟''

''جب سے تم جھوٹ بولنے لگے ہو؟'' ان کی سرد اور سپاٹ آواز ان دونوں کو اجنبی لگی۔

''جھوٹ؟ میں نے کیا جھوٹ کہا ہے؟'' اس کی حیرت لازمی تھی۔

''تمہارے اور نورالصباح کے بیچ کیا چل رہا ہے؟'' ان کا سوال دونوں کے سر پہ بم کی طرح گرا تھا اور امان کو لمحہ بھر لگا ان کے بدلے انداز کی وجہ تک پہنچنے میں۔

''مما! یہ کیسا سوال ہے؟'' رابعہ رو دینے کو تھی۔

''میں تم سے پوچھ رہی ہوں امان۔''

”نور کا پرپوزل کون لے کر آیا تھا؟“ وہ کرسی کھینچ کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

”اس سے کیا لینا تمہیں، تم میرے سوال کا جواب دو۔“ وہ چبھتی نظروں سے اسے گھور رہی تھیں تا کہ امان سچ ہی کہے۔

”تائی امی لے کر آئی تھیں بھائی۔“ یہ ساری صورتحال اب بھی رابعہ کی سمجھ سے باہر تھی۔

”مما! علینہ نے آپ سے جو کہا ہے، وہ نور نے اول روز ہی مجھے بتا دیا تھا۔“

”واہ! ہم سب کو اندھیرے میں رکھ کر تمہیں بتایا، وہ بھی اول روز! اس سے پہلے کیوں نہیں؟“ ان کا پارہ کچھ اور چڑھ گیا۔

”مما! بہتر ہے آپ تائی امی یا پرپوزل لانے والی لیڈی سے بات کر لیں۔ نور کی فیملی نے انہیں ہمیں یہ سب بتانے کے لیے کہا تھا اور چند دن قبل تک وہ یہ ہی سمجھ رہے تھے کہ سب کچھ جانتے ہوئے ہم نے بات آگے بڑھائی ہے۔“ اس نے مصلحتاً نور کے ابو کی جگہ ساری فیملی کو شامل کیا تھا۔ ”وہ تو......“

”تم یہ سب کیسے جانتے ہو؟“ انہوں نے درمیان میں ہی اسے ٹوکا۔ ہر نیا انکشاف ان کا غصہ بڑھا رہا تھا۔

”وہ ہی تو بتا رہا ہوں۔ کچھ دن پہلے نور کے ابو کی ملاقات پرپوزل والی لیڈی سے ہوئی تو ان کے علم میں یہ بات آئی کہ ہم سب نور کی کنڈیشن سے بے خبر ہیں تب انہوں نے نور سے استفسار کیا اور نور نے مجھ سے کہ کس کے توسط سے ہمارا رشتہ ہوا ہے جنہوں نے یہ بات ہم سے چھپائی لیکن نور کی فیملی کو یہ تاثر دیا کہ ہمیں آگاہ کر دیا گیا ہے۔“

وہ شاکی نظروں سے اسے گھور رہی تھیں۔ وہ اس ساری وضاحت اور صفائی سے ذرا قائل نہیں ہوئی تھیں۔

”نور کی فیملی کیا چاہتی تھی اور تائی کی فیملی نے کیا کیا، ان سب سے پرے اہم یہ ہے کہ نور نے خود مجھے یہ سب بتایا تھا اور آپ اور رابعہ سے اسے مخفی رکھنے کا فیصلہ میرا تھا۔“ اس نے اتنی دیر سے چپ سب سنتی اور اپنی سوچ کے گھوڑے دوڑاتی رابعہ پر ایک نگاہ کی۔

”مما! کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ نور کی ایک میڈیکل کنڈیشن تھی پینک ڈس آرڈر، اب وہ بھی نہیں

ہے، آپ بھی کہیں اسے اور لوگوں کی طرح سپر نیچرل چیز تو نہیں سمجھ رہی ہیں؟"

"یہ اتنی معمولی اور سیدھی بات نہیں ہے، اسے دورے پڑتے ہیں اور......" لاکھ روشن خیال اور کشادہ ذہن سہی، بیٹے کی ماں ان معاملات میں روایتی ہی ہوتی ہے۔ امان نے ان کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔

"آپ نے دیکھا اتنے دنوں میں کوئی دورہ؟ مما! وہ ایک میڈیکل کنڈیشن تھی۔" امان نے آگے جھک کر صالحہ کے ہاتھ تھامے۔ بیٹے کے لمس کی گرمی ملتے ہی صالحہ کے تنے اعصاب اور عضلات ڈھیلے پڑنے لگے۔

"مما! میری زندگی میں رنگینیاں اور خوشیاں بھرنے کے لیے آپ نے دوسری بار میری شادی کی تھی ناں، تو یقین کریں آپ دوسو فیصد اپنے مقصد میں کامیاب رہی ہیں۔"

صالحہ کو بہت غصہ آرہا تھا۔ اب بھی ان کے ذہن میں یہ ہی چل رہا تھا کہ ان لوگوں نے اپنی عیب زدہ اور بیمار بیٹی کی شادی کے لیے جعل سازی کی ہے۔

"ہم دونوں آپ کے سامنے ہیں، سارا وقت، اس دوران بھی آپ کو ہمارے درمیان کوئی تناؤ یا مسئلہ محسوس ہوا؟ یہ شادی کتنی درست ہے اس بات کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ نور کے بغیر اب میں اپنی زندگی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔"

ذرا دیر پہلے ہوئے انکشاف سے اس ماں کی دنیا دہل اٹھی تھی جس کی زندگی کا مقصد اولاد کی خوشی تھا، ساتھ ہی روایتی ساس اور سمدھن کا طنطنہ بیدار ہوا تھا۔ امان کے سادگی سے کیے گئے اعتراف کو اسکی آنکھوں اور چہرے پر پڑھنا انکے لیے بڑا سہل تھا۔

"مما! مجھے نور سے کوئی شکایت نہیں ہے، میں اسکے ساتھ خوش ہوں۔ آپ اور رابعہ بھی کچھ دیر پہلے تک اس سے راضی تھیں......"

"بھائی! میں اب بھی راضی ہوں۔" رابعہ نے درمیان میں ہی قطع کلامی کی۔ سارا معاملہ اب بھی پوری طرح اس پر واضح نہیں ہوا تھا لیکن وہ امان کو نور کا مقدمہ لڑتے دیکھ کر اس کے جذبات کی شدت سے آگاہ ہوگئی تھی۔ نور کا دفاع اور ماں کو قائل کرنے کی کوشش ان دونوں کے لیے اس کی محبت کی گواہی تھی۔ ذاتی طور پر وہ نور کو پسند کرتی تھی۔ بھائی کے حوالے سے وہ اسے عزیز بھی تھی اور وہ جانتی تھی ان دونوں بہن بھائی کے احساسات

جان لینے کے بعد صالحہ کے لیے فیصلہ کرنا آسان ہوگا۔صالحہ نے باری باری دونوں کو دیکھا۔

''آپ اس بات کو ابھی، یہیں ہمیشہ کے لیے ختم کردیں۔علینہ نے آپکو یہ سب اسی لیے سنایا ہے کہ آپ ری ایکٹ کریں۔آپ نے کچھ بھی ایکشن لیا تو اسکا مقصد پورا ہو جائے گا۔''

''ہاں مما! اب تو مجھے یہ لگ رہا ہے کہ بھابی کے تعلق سے ہمیں اندھیرے میں رکھنے کا کارنامہ بھی علینہ باجی کا ہی ہے اور ان کا مقصد اس وقت بھی وہ ہی تھا جو اب خیر خواہ بن کر اطلاع دینے کا ہے۔'' امان اب بھی ان کا ہاتھ تھامے تھا۔امان کی خوشگوار ازدواجی زندگی ان کے لیے اپنی انا اور بیٹے کی ماں ہونے کے زعم سے بڑھ کر تھی۔ایک بار جلد بازی اور اپنی عقل و دانش اور سوجھ بوجھ کے ناز میں وہ اسے دکھ دے بیٹھی تھیں۔ایک بار پھر اسی غلطی سے معاملات بگڑ سکتے تھے۔انہوں نے امان کے پر امید چہرے کو دیکھا اور ساس اور سمدھن کے مقابلے ماں جیت گئی۔

''جو بھی ہو، لیکن میں ایک بار تمہاری تائی امی سے بات تو کرلوں۔''

''مما! یہ سب علینہ باجی کا کیا دھرا ہے، میرے خیال میں تو انہوں نے تائی امی کو بھی ہماری طرح بے خبر ہی رکھا ہوگا۔'' رابعہ کو علینہ سے کسی بھی انتہا کی امید تھی۔

''میں نے نور سے بھی یہ ہی کہا تھا جو اب آپ دونوں سے کہہ رہا ہوں۔ایک طرح سے اسے راز رکھنے والے نے ہم پر بڑی مہربانی اور احسان کیا ہے، یہ ہی اللہ کی مصلحت تھی کہ میری اور نور کی شادی ہو سکے ورنہ آپ خود سوچیں نور کی کنڈیشن جاننے کے بعد کیا آپ یہ شادی ہونے دیتیں؟''

''ہاں مما! بھائی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔اس ذکر کو یہیں ختم کریں، کسی سے باز پرس کی ضرورت نہیں ہے۔''

صالحہ کے نرم ہوئے تاثرات سے ان دونوں کو حوصلہ ملا تھا۔

''وہاں مجھے اکیلی چھوڑ کر آپ سب یہاں جمع ہیں۔'' تبھی جاگے عثمان کو گود میں لیے نور وہاں آئی۔

''یہ اٹھ بھی گیا۔'' رابعہ نے بسورتے عثمان کو نور کے پاس سے اپنے بازوؤں میں لیا۔

''ابھی جاگا ہے بس۔مما! وہاں سب آپ کا پوچھ رہے ہیں۔''

امان نے کرسی چھوڑی اور آگے بڑھ کر نور کا ہاتھ پکڑ کر اونچا کیا۔

''یہ دیکھیں مما، ایوری تھنگ از فائن۔''

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟'' سرخ پڑتی نور نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔

''آپ کہیں تو آپ کی تسلی کے لیے مزید مظاہرہ کروں۔'' وہ شرارت سے بولا۔

''ہاہاہاہا۔ بھائی! ذرا بھابھی کی حالت بھی دیکھیں۔'' رابعہ نے شرم سے بے حال ہوتی نور کی سمت اشارہ کیا۔ صالحہ مسکراتے ہوئے کھڑی ہوئیں۔

''میری تسلی کے لیے تمہارے یہ چمکتے چہرے کافی ہیں۔'' انہوں نے باری باری امان اور نور کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ''چلو رابعہ، میں بڑی دیر سے غائب ہوں مجلس سے۔''

''چل کیا رہا تھا یہاں؟'' ان دونوں کے جانے کے بعد نور نے حیرانی سے پوچھا۔

''لمبی کہانی ہے۔'' وہ ابھی تک اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے تھا۔ ''گھر چل کر سننا۔''

''مجھ سے اتنا صبر نہیں ہوگا۔''

''تو بیٹھو پھر۔'' اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

''مبارک ہو علینہ باجی!'' سب کے بیچ بیٹھیں صالحہ کو ہنستے مسکراتے دیکھ اپنی سوچ میں غلطاں علینہ، رابعہ کی آواز پہ چونکی۔

''آں......؟'' اس نے رابعہ کی بات سنی ہی نہیں تھی۔

''مبارکباد دے رہی ہوں آپ کو۔'' وہ صالحہ سے پوری تفصیل سن کر آئی تھی۔

''کس بات کی؟''

''آخر آپ نے بھائی کو متاثر کر ہی لیا۔''

''ک...... کک...... کیا مطلب؟''

''وہ ابھی ابھی مما سے کہہ رہے تھے کہ آپ نے ان پر بڑا احسان اور مہربانی کی ہے۔''

"ہاہ......" وہ ہونق بنی رابعہ کا منہ دیکھنے لگی۔

"شادی سے پہلے بھابھی کی میڈیکل کنڈیشن مما کو نہ بتا کر۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟" وہ برہمی سے بولی۔

"ارے! پہلی بار بھائی نے آپ کے لئے کسی اچھے جذبے کا اظہار کیا ہے اور آپ اسے بکواس کہہ رہی ہیں؟" اس کا استہزائیہ انداز علینہ کو سلگا گیا۔

"تمیز کے دائرے میں رہو رابعہ، ویسے میں تم سے بات ہی کیوں کر رہی ہوں۔" علینہ نے وہاں سے کھسکنا چاہا لیکن رابعہ نے کلائی پکڑ کر جارحانہ انداز میں اسے اس کی سابقہ جگہ پر کھڑا کیا۔

"آج آپ سب سن ہی لیں۔" رابعہ کا یہ روپ علینہ کے لیے نیا تھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے آپ کے علاوہ باقی سب بے وقوف ہیں جو آپ کی چالیں اور نیت سمجھ نہیں پائیں گے؟ محبت بے اختیاری ہے لیکن زندگی کے دیگر معاملات صرف آپ کے اختیار میں ہوتے ہیں، جو ملا اس پر قانع و صابر ہو کر خوش اور مطمئن رہنا ہے یا حاصل کو نظر انداز کر کے دسترس سے پرے کی تمنا میں بے کلی کو مقدر کرنا ہے، یہ آپ کی سوچ اور قوت فیصلہ پر منحصر ہوتا ہے اور اس کی مثال آپ اور بھائی ہیں۔ آپ کے پاس وہ سب ہیں جس کی لوگ عموماً تمنا کرتے ہیں۔ حسن، ذہانت، اعلیٰ تعلیم، اچھی فیملی، شوہر، اولاد، فائنینشل اسٹیبلیٹی، کوئی کمی نہیں پھر بھی آپ خوش نہیں ہیں اور ایک بھائی ہیں جو ادھوری فیملی، باپ کی محرومی، ریلیٹوز کے طعنوں، ناکام شادی اور دھوکے کے بعد بھی اپنے حال میں مطمئن اور خوش تھے اور اب تو ان کے پاس بڑی خوبصورت وجہ ہے۔ وہ گزرے وقت کو ماضی میں ہی دفن کر کے آگے بڑھ گئے لیکن آپ گزرے زمانے میں ہی جیتی رہیں۔ مانا انہیں پسند کرنا اور محبت کرنا آپ کے بس میں نہیں تھا لیکن ان کی عدم دلچسپی اور بے اعتنائی کے بعد وہیں رک جانے، پلٹ جانے اور خود کو سنبھال لینے پر آپ قادر تھیں، کاش! یہ مشکل مگر ممکن کام اسی وقت کر لیتیں آپ، لیکن آپ نے تو بھائی کی زندگی میں زہر گھولنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا اور دیکھ لیں اس زہر سے آپ ہی نیلی پڑ رہی ہیں۔"

"یہ ساری باتیں کرنا بڑا آسان ہے۔" علینہ کی آواز رندھ گئی تھی مگر انداز زہر خند تھا۔ "جس کے دل پہ گزری

ہوحقیقت اور درد اسے ہی پتہ ہوتا ہے۔ایک بار اسے اپنی طرح تڑپتا، بلکتا دیکھ لوں پھر پلٹ کر اسے دیکھوں گی بھی نہیں۔میری آنکھوں سے خواب چھیننے والے کی آنکھوں میں، میں نور کیسے دیکھ سکتی ہوں؟''

''اپنی یک طرفہ محبت میں انتقام کے رستے پر آپ کا پہلا قدم ہی غلط تھا۔خواب دیکھنے والی آنکھ کو ہی اس کے عذاب بھی سہنے پڑتے ہیں اور یہاں تو پچھلے کتنے سالوں سے آپ خود ہی مٹھیاں بھر بھر کر ریت اپنی آنکھوں میں بھرتی جارہی ہیں ورنہ وقت کا بہتا دریا اپنے ساتھ سب بہالے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔''

علینہ کے آنسو رواں ہوگئے تھے۔

''آپ کا یہ خیال ہی غلط ہے کہ بھائی کی تڑپ آپ کو سکون دے گی۔دوسروں کو برباد کر کے آباد نہیں ہوا جاتا، محبت کو آپ کتنا بھی جمع، تفریق، ضرب، تقسیم کرلیں اس کا حاصل انتقام یا محبوب کی تباہی نہیں آتا۔خوشی کی ایک ہی شرط ہے، اپنے نصیب پر صبر اور آپ جتنی جلدی یہ بات سمجھ لیں اتنی جلدی آپ خوشی محسوس کرسکیں گی۔آپ کے بتانے کے باوجود بھی مما کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ان کے لیے بھائی کی خوشی سب سے مقدم ہے اور بھابھی کا پینک ڈس آرڈر پوری طرح ختم ہوگیا ہے اس لیے آپ مزید اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے کا اب سوچیں بھی مت۔'' علینہ کو لب بھینچ کر روتے دیکھ اس کا دل بھی نرم پڑ گیا۔''آپ خاندان کی سب سے قابل لڑکی تھیں اور اب مجھے آپ پر رشک نہیں ترس آتا ہے، خود کو مزید پستیوں میں مت گرائیں، سنبھل جائیں، یہیں رک جائیں۔محبت کرنے والا شوہر اور صحت مند اولا داللہ کی نعمت ہے، انہیں نظر انداز کر کے کفران نعمت کی گنہگار نہ بنیں۔بھائی کے دل کو اجاڑنے کی بجائے اپنے دل کو آباد کرنے کے جتن میں توانائی صرف کریں۔آپ اسے التجا سمجھیں، دھمکی یا تنبیہ، میں پہلی اور آخری بار کہہ رہی ہوں کہ بھائی کی زندگی میں دلچسپی لینا بند کریں ورنہ آئندہ میں یوں اکیلے میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔'' رابعہ نے گہری سانس لے کر تاسف سے اسے دیکھا اور چلی گئی۔علینہ لب کاٹتے ہوئے آنسو بہاتی رہی پھر وہیں زمین پر بیٹھ کر زارو قطار رو پڑی۔اکثر تیسرا شخص زیادہ بہتر طریقے سے آئینے میں اصل چہرہ دکھا دیتا ہے۔

سب .... سب .... سب

ساری روداد اسے سنانے کے بعد امان نے اسے سختی سے تاکید کی تھی کہ اب اس کا ذکر وہ رابعہ یا صالحہ سے

نہیں کریں گی۔ یہ ہی اس نے رابعہ اور صالحہ سے بھی کہا تھا۔نور کے صفائی دینے اور معافی مانگنے یا صالحہ اور رابعہ کے اس کی کنڈیشن کے متعلق استفسار کرنے پر یہ بات ختم ہونے کی بجائے مزید بڑھتی جاتی۔ بات سے بات آگے بڑھانا عورت کی خصلت جو ٹھہری۔ کم از کم فی الحال یہ موضوع یہی ختم ہو گیا تھا۔ وہ گھر پہنچیں تو نور نیند سے بے حال تھی۔ وہ صالحہ کو دوائی اور دودھ دے کر آئی تو امان جاگ رہا تھا۔ آج وہ کچھ سوچ کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ نیند کی کچی تھی۔ ایک بار نیند کا غلبہ طاری ہوا تو پھر وہ یوں منٹوں میں بے حال ہو جاتی تھی۔ امان نے فاصلے پر رکھا اس کا تکیہ درست کیا۔

''آؤ، سو جاؤ۔''

''سچ میں بہت نیند آ رہی ہے۔'' وہ اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئی اور چند لمحوں میں سو بھی گئی۔

''ایسی کیا بات ہے جس کے لیے تمہاری ہمت کم پڑ رہی ہے؟'' امان نے اس پر کمبل ڈالتے ہوئے اسے دل میں مخاطب کیا۔ ''جلد تمہیں اتنا حوصلہ ملے کہ تم اپنا ہر بوجھ اور درد میرے سپرد کر سکو۔'' اس کے بال پیچھے کرتے ہوئے امان نے دعا کی اور وہ ہی قبولیت کا وقت تھا۔ اگلے دن ہی اسے وہ حوصلہ مل گیا۔

اگلے دن امان نے چھٹی کر لی تھی۔ شام کو وہ دونوں باہر نکلے تھے۔ ورسوا بیچ پر لمبا وقت گزارنے کے بعد کھانا باہر ہی کھانے کا منصوبہ تھا لیکن بھوک دونوں کو نہیں لگی تھی۔

''مال چلتے ہیں، تم کچھ شاپنگ کر لینا۔''

''بالکل موڈ نہیں ہے۔''

''ونڈو شاپنگ؟''

''ہم کتنی دیر سے بیچ پر چل رہے تھے اور مال میں تو یوں ہی پیروں کی درگت ہو جاتی ہے۔'' ایک ہی دن میں یہ دونوں کام اس کے لیے تھکانے والے تھے۔ ''ابھی وقت ہے تو کوئی مووی دیکھ لیتے ہیں۔'' اسے تو شوق نہیں تھا لیکن وہ امان کے لیے بولی۔

''وہاں جانے کا میرا موڈ نہیں ہے۔'' امان کچھ سوچتے ہوئے گویا ہوا۔ ''میرا روڈ ہو آتے ہیں۔''

''ابھی کل ہی تو امی ابو سے ملے ہیں ہم شادی میں۔''

”عادل بھائی، بھابھی اور بچے تو نہیں تھے وہاں۔“

”پھر بھی اچھا نہیں لگتا۔“

”تم دنیا کی واحد لڑکی ہو جو میکے نہ جانے کے بہانے تلاش کرتی ہے۔“

”یہ سراسر غلط ہے۔“ اس نے احتجاج کیا۔ امان نے جتاتی نظروں سے اسے مسکرا کے دیکھا۔ ”چلیں، امی کی طرف چلیں۔“ اس الزام سے بچنے کا یہ ہی راستہ تھا۔ امان پہلے ہی گاڑی اس راستے پر ڈال چکا تھا۔ وہ گھر پہنچیں تو امی دروازے پر انہیں دیکھ کر خوش ہو گئیں۔

”باقی سب کہاں ہیں؟“ نور نے خالی کمرے کو دیکھ کو پوچھا۔ اس وقت گھر میں عموماً ایسی خاموشی نہیں ہوتی تھی۔

”عاصمہ کی دادی بیمار ہے، وہ کل سے بچوں کے ساتھ ادھر گئی ہے۔ عادل آفس سے ادھر ہی گیا ہے انہیں لینے کے لیے اور تمہارے ابو کے دوست آئے ہیں۔“ امان ابو کے کمرے میں چلا گیا اور وہ امی کے پیچھے باورچی خانے میں چلی آئی۔

”تم بھی بیٹھو بیٹا وہاں، میں لے آتی ہوں سب۔“ وہ فریزر سے کباب نکالتے ہوئے بولی۔

”ہمارے لیے کوئی اہتمام نہ کریں امی! ڈنر باہر کرنے کا پلان ہے۔“ پلیٹ میں پہلے ہی تلے ہوئے کباب رکھے تھے۔ ”مہمان کے لیے یہ کافی ہے۔“

”اچھا۔“ انہوں نے پیکٹ واپس فریزر میں رکھ دیا۔ ”تم یہ لے جاؤ، میں چائے لے کر آتی ہوں۔“ آصفہ نے کباب اور دیگر ریفریشمنٹس ٹرے میں رکھ کر اسے ٹرے پکڑائی۔

”کوئی خاص دوست ہیں ابو کے؟“ اس نے بھری ٹرے کو دیکھ کر پوچھا۔

”لمبے عرصے بعد آئے ہیں، اس لیے تمہارے ابو نے اہتمام کرنے کا کہا ہے۔“ وہ پلٹ کر چائے کی تیاری کرنے لگی۔ ابو کے کمرے میں داخل ہو کر اس نے سلام کیا اور ٹرے کافی ٹیبل پر رکھنے کے بعد سیدھے ہو کر اس نے ابو کے ساتھ بیٹھے ان کے دوست کو دیکھا۔

”وعلیکم السلام بیٹا۔“ اور اس کے سر پر آسمان آن گرا۔ ساری متضاد کیفیات اس پر ایک ساتھ حاوی ہوئی

تھیں، غصہ، دکھ، نفرت، ذلت، حقارت، بے بسی اور ان سب میں سب سے قوی لہر ابھری تھی کہ وہ سامنے بیٹھے مسکرا کر اس کا احوال دریافت کرتے انسان کے چہرے پر تھوک دے۔ بڑھ کر اس کا منہ نوچ ڈالے، اور آج وہ شاید یہ کر گزرتی اگر یکا یک اسے ابکائی نہ آتی۔

"میں ابھی آئی۔" وہ بمشکل کہہ کر باہر آئی اور سامنے بھائی کے بیڈ روم کے کھلا دروازہ ملا تو وہیں آکر غسل خانے کی طرف دوڑی۔ قے کرنے کے بعد وہ منہ دھو کر باہر نکلی ہی تھی کہ امان اندر آیا۔ اسے اس کا رویہ غیر معمولی لگا تھا سو وہ بھی کسی بہانے سے اسکے پیچھے چلا آیا تھا۔ وہ کوئی اور ہی نور تھی۔ تیزی سے چلتی سانسیں اور غصے سے تمتماتا چہرہ۔ اس کا انداز ایسا تھا گویا سب کچھ تہس نہس کر ڈالے گی۔ اپنی نگاہوں سے جلا کر بھسم کر دیگی۔ اس کی پوری شخصیت ہی بدل گئی تھی۔ امان پہلی بار اس کا یہ روپ دیکھ رہا تھا۔

"نورا" اس نے شانوں سے اسے تھاما۔ "کیا بات ہے؟"

وہ جو خواہش اور کوشش کے باوجود بھی امان سے اپنے پینک ڈس آرڈر کی اصل وجہ کہنے کا حوصلہ نہیں جتا پا رہی تھی، منٹوں میں اتنی بہادر ہو گئی تھی کہ شروع کرنے سے پہلے پل بھر کو سوچا بھی نہیں۔

"امان!"

◈ .... ◈ .... ◈

اسکول سے ہی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس کو موسمی سردی زکام ہوا تھا۔ گھر پہنچتے پہنچتے بخار بھی آ گیا۔ آصفہ نے دوائی دے کر اسے سلا دیا تھا۔ روز کی طرح وہ آج ذکریٰ کے ساتھ ٹیوشن نہیں جا سکی تھی۔ اس کی آنکھ کھلی تو وہ کمرے میں تنہا تھی۔ اسے بھوک لگی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر کمرے سے باہر نکلی۔ ہال سے باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ وہ سامنے باورچی خانے میں جانے کی بجائے امی کی تلاش میں ہال میں جانے لگی تھی کہ چھوٹے سے کوریڈور کے سرے پر رک گئی۔ کوریڈور کی سمت پشت کیے امی صوفے پر بیٹھی تھیں اور ان کے بغل والی کرسی پر بھی کوئی بیٹھا تھا۔ اسے مکمل چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

"بہت بزدل ہو تم۔ ذرا ہمت کرو۔" وہ آواز اس کے ابو کے دوست ذوالفقار انکل کی تھی۔ ابو کی موجودگی میں وہ اکثر آتے تھے۔

''مگر ابھی ابو تو نہیں ہیں اور یہ امی سے کیا کہہ رہے ہیں؟'' اس نے دل میں سوچا۔

''مجھ سے اب اور صبر نہیں ہوتا ہے۔ تمہیں نہیں یاد آتے ہیں وہ دن؟''

اسے عجیب احساسات گھیرنے لگے، بے یقینی، گھبراہٹ اور الجھن اس پہ سوار ہونے لگی تھیں۔ تبھی ذوالفقار انکل نے آگے بڑھ کر امی کا ہاتھ پکڑا اور وہ دم سادھے اگلے پل کی منتظر تھی۔ اسے لگا ابھی امی کھڑی ہو جائیں گی، انکل کو ڈانٹیں گی، اپنا ہاتھ کھینچ لیں گی یا شاید کھینچ کر ایک چانٹا ہی رسید کر دیں گی لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ایسا کچھ نہ ہوا بلکہ انکل نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی اب امی کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔

''میں اب بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں۔''

امی کا سر ہنوز جھکا ہوا تھا۔ اسے بڑے زور سے ابکائی آئی۔ وہ عمر کے اس دور میں تھی کہ سامنے کا منظر اس کے لیے صرف بے وفائی ہی نہیں گناہ بھی تھا۔ یہ سب اس کے اپنے گھر میں ہو رہا تھا۔ اس گناہ میں اس کی امی شامل تھیں۔ اس کی اپنی ماں! اس کے فرشتہ صفت ابو کے ساتھ یہ کیا ہو رہا تھا۔ اسکے پیروں میں کھڑے رہنے کی سکت نہیں تھی۔ اسے ٹھنڈا پسینہ آنے لگا تھا۔ کیا دیکھا تھا اس نے؟ یہ کیوں کر ممکن ہے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ جھٹلانا چاہتی تھی مگر وہ منظر ذہن کے پردے میں پیوست ہو گیا تھا۔ وہ دبے پاؤں پلٹ کر کمرے میں آئی اور سیدھے غسل خانے میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔

قے کرنے کے بعد اس کے اعضاء شل تھے۔ خود کو گھسیٹ کر وہ بستر پر آئی اور چادر منہ تک لپیٹ کر لیٹ گئی۔ وہ ساری دنیا سے چھپ جانا چاہتی تھی۔ اسے لگ رہا تھا ہر کسی کو اس کے چہرے پر وہ منظر نظر آ جائے گا۔ اسے ابو کا خیال مارے دے رہا تھا۔ وہ دیارِ غیر میں ان سب کے لیے مشقتیں کر رہے تھے، سب کی بہتر زندگی کے لیے بن باس کاٹ رہے تھے اور یہاں ان کی غیر موجودگی میں عیاشیاں ہو رہی تھیں۔ اسے ایک بار پھر ابکائی آ گئی۔ ذرا دیر بعد آصفہ نے کمرے میں آ کر اس کا بخار دیکھنے کے لیے چادر ہٹائی تو وہ پسینے میں شرابور بری طرح کانپتی بے سدھ پڑی تھی۔ وہ ہراساں اسے لے کر ڈاکٹر کے پاس بھاگیں۔

ڈاکٹر کی دوائیں کہاں اس کے مرض کا علاج تھیں۔ اس کی طبیعت میں کوئی بہتری نہ آئی تو وہ تینوں بچوں کو لے کر نانی کے پاس چلی گئی تھیں۔ نورا کیلیے اس راز کا بوجھ اٹھائے بڑے دنوں بعد سنبھلی تھی اور اس لمبی غیر

حاضری کے بعد پہلا ہی دن تھا جب مبشر نے ہیرو بنتے ہوئے اپنے خیالات اس تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیکھ کر وہ پھر اس منظر میں چلی گئی تھی جو بڑی جدوجہد کے بعد ذرا دھندلایا تھا۔ اپنا اور مبشر کا یہ سامنا اسے آصفہ اور ذوالفقار کی ملاقات لگا تھا اور ایک بار پھر اس کی کیفیت وہ ہی تھی جو اس دن ہوئی تھی۔ وہ خاموش اور آصفہ سے دور ہوتی چلی گئی۔ اس کا معصوم ذہن بس ایک ہی دعا کرتا تھا کہ اس کے ابو کو ان سب کا علم نہ ہو۔ ان کی خاطر ہی دل پر پتھر رکھ کر اور خود پر جبر کر کے اس نے آصفہ سے اپنا برتاؤ اور رویہ نارمل رکھا تھا۔ انہیں دنوں ابو ہمیشہ کے لیے لوٹ آئے اور اس کی شخصیت پوری طرح برباد ہونے سے بچ گئی۔ ورنہ اس کا مرض پینک ڈس آرڈر تک محدود نہیں رہتا تھا اور وہ واقعی میں نفسیاتی مریض بن جاتی۔ سالوں بعد اور سب کی طرح اس کا بھی خیال تھا کہ اب دوبارہ ایسا نہیں ہوگا لیکن جنید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ اسے پھر اسی منظر میں لے گیا تھا۔

وہ بری طرح بلک رہی تھی اور امان کو تسلی کا ایک لفظ بھی نہیں سوجھ رہا تھا۔ لفظ بے جان ہو جائے تو لمس کام آتا ہے۔ امان نے بڑھ کر اسے بازوؤں میں سمیٹا تو وہ اور شدت سے رونے لگی۔

''نورالصباح!''

آصفہ کی آواز پر وہ دونوں کرنٹ کھا کر پلٹے، جانے کب سے وہ دروازے پر کھڑی تھیں۔ ان کا سفید چہرہ چیخ رہا تھا کہ وہ سب سن چکی ہیں۔ ''تم اتنے سال میرے تعلق سے یہ......'' ان کی نحیف سی آواز آگے ساتھ نہ دے سکی۔ خود کو گھسیٹتے ہوئے وہ اندر آئیں اور پلنگ کے کنارے ڈھے سی گئیں۔ ''تم کسی کے آگے تو اپنا دل ہلکا کر لیتی، اپنے ابو سے ہی بانٹ لیتی، اتنے سال تم ایک ادھورے منظر میں قید تنہا اندر ہی اندر گھٹتی رہی۔'' ذوالفقار کے ذکر سے زیادہ انہیں اس کے اتنی سی عمر سے اب تک تنہا یہ عذاب جھیلنے کا انکشاف مار گیا تھا۔

''میں باہر ویٹ کرتا ہوں۔'' امان کو اپنی موجودگی بالکل غیر مناسب لگ رہی تھی۔ اسے اب سمجھ آیا تھا کہ یہ آخری راز اس سے شیئر کرنے میں نور کی کشمکش اور جھجک کے کیا معنی تھے، کیوں وہ اس سے پہلے ان کے بیچ کا فاصلہ مٹانا نہیں چاہتی تھی۔ یہ سب اس سے کہنا کس قدر مشکل تھا پھر بھی وہ خود کو اس مشکل امر کے لیے تیار کر رہی

تھی اور یہ تیاری ہرگز آسان نہ تھی۔

"نہیں رکو۔" کمزور سے لہجے میں انہوں نے حکم دیا۔ نور کے آنسو تھم گئے تھے لیکن اس کے چہرے پر پھیلا کرب آصفہ کا دل چیر رہا تھا۔

"کاش! تم اس دن کوریڈور میں رکنے کی بجائے اندر آجاتی اور میرا گڑگڑا کر رحم کی بھیک مانگتا چہرہ، التجا کرتے آنسو اور خوف سے کانپتا وجود دیکھ لیتی۔" وہ ٹوٹے لہجے اور شکستہ آواز میں نور سے مخاطب ہوئی جو اس وقت کسی بھی احساس سے پاک ان کا مقدمہ سننے کا ارادہ کیے تھی۔ حیرت انگیز طور پر سالوں کا جمع غبار اور غصہ تھما سا، ٹھہرا سا تھا۔ اس واقعے کو سوچتے ہوئے جو بے کلی اور بے چینی اس کے اندر پھیل جاتی تھی وہ نہیں تھی، شاید اس لیے کہ اب یہ اس تک محدود نہیں تھا، یہ راز نہیں رہا تھا جو وہ بوجھ کی طرح ڈھو رہی تھی۔

"وہ دن تمہارے لیے ہی نہیں میرے لیے بھی قیامت کا دن تھا۔" ان کی تھکن زدہ آواز اپنی زندگی کا سب سے بدترین حادثہ بیان کرتے ہوئے کانپ رہی تھی۔ "ذوالفقار میرا دور پرے کا رشتہ دار ہے، وہ میرے ہی کالج میں پڑھتا تھا، اس نے مجھ میں اپنی دلچسپی کا مظاہرہ کالج میں ہی شروع کیا تھا، جواب میں میری سرد مہری اس نے چند مہینوں برداشت کی پھر اپنے گھر والوں کو رشتہ لے کو گھر بھیج دیا۔ امی، ابا نے اپنی طرف سے جانچ پڑتال کر کے انکار کر دیا۔ وہ اس سال فیل ہو گیا تھا سو ہماری کلاس اور ٹائمنگ بدل گئے، آمنا سامنا بھی بند ہو گیا۔ میرے لیے پہلے بھی اس کی ذات اہم نہیں تھی اور جب وہ نظر ہی نہیں آیا تو جلد ہی میں بھول بھی گئی۔ یہ تو شادی کے بعد وہ ایک دن تمہارے ابو کے ساتھ گھر آیا اور تمہارے ابو نے دوست کہہ کر اس کا تعارف کروایا، تب مجھے اس کے اپنے متعلق احساسات اور رشتہ یاد آیا۔ شکر تھا کہ میں نے اسی وقت تمہارے ابو سے اس کے رشتے والی بات بتا دی تھی۔ تمہارے ابو کی موجودگی میں وہ اکثر آتا رہتا، ان کے سعودی عرب جانے کے بعد وہ اکثر میرے خاندان کی تقاریب میں دکھائی دینے لگا۔ اس سے پہلے میں نے کبھی غور نہیں کیا تھا کہ وہ ایسی تقریبوں میں ہوتا بھی تھا یا نہیں، ایسے ہر موقعے پر اس نے مجھ سے بات کرنے اور فری ہونے کی بہت کوششیں کیں، کئی بار گھر فون بھی کیا۔ مجھے یقین تھا کہ میرا سرد اور سخت رویہ اسکو جواب دینے کے لیے کافی ہے لیکن یہ میری خام خیالی تھی۔ اسے علم تھا کہ میں تم تینوں کے ساتھ گھر میں تنہا ہوتی ہوں، اس دن بھی وہ ٹھیک اس وقت آیا تھا جب عموماً گھر میں تم

تینوں نہیں ہوتے تھے۔ میں نے اسے دیکھ کر ہی دروازہ بند کرنا چاہا اور میرا ارادہ بھانپ کر اس نے مجھے دھمکی دی کہ وہ ابھی سامنے سے آپا اور نچلے فلور سے باقی سب کو جمع کر کے یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اس وقت میں نے اسے گھر بلایا ہے۔ مجھے بدکردار اور بدچلن ثابت کرنے کے لئے اسے صرف اپنی زبان استعمال کرنی ہے۔ یقین کرنے کے لئے کسی کو ثبوت یا گواہی کی ضرورت نہیں ہو گی اس لئے بہتر ہے کہ میں اس کی بات سن لوں۔"

آنسوؤں کی روانی نے انہیں ذرا دیر بولنے کے قابل نہیں چھوڑا۔ ذرا سنبھل کر وہ پھر گویا ہوئیں۔

"مجھے نہیں پتا اس وقت اس کی بات مان لینے کی وجہ میرا خوف تھا، میری بزدلی اور کمزوری، مصلحت اور سمجھداری یا پھر وہ میری بیوقوفی تھی اور پتا نہیں ذوالفقار کے ارادے اور نیت ہمیشہ سے یہی تھے یا تمہارے ابو کی غیر موجودگی اور میرے تنہا ہونے کے خیال سے حوصلہ ملا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس وقت گھر میں تم بھی موجود ہو۔ اس دن اس کی باتوں کا سارا نچوڑ تھا کہ میں اسے فون کرنے، گھر آنے، باتیں اور ملاقاتیں کرنے سے نہ روکوں، تمہارے ابو کی غیر موجودگی میں اپنی ڈور اسے تھما دوں، وہ تو اللہ کو مجھ پر رحم آ گیا اور اس وقت فون آیا کہ اس کی اماں کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور انہیں ہسپتال لے جا رہے ہیں اس لیے وہ جلد ہی پھر آنے کا کہہ کر چلا گیا۔" آصفہ نے لمحہ بھر کے لیے بھی نور کے چہرے سے اپنی نگاہ نہیں ہٹائی تھی اور ان کا ہر ایک فقرہ نور کو پچھتاوے، شرمندگی اور درد کی گہرائیوں سے مزید گہرائی کی طرف دھکیل رہا تھا۔ اس کے آنسو خشک ہو گئے تھے مگر دل دھاڑیں مار کر رو رہا تھا۔

"میں دوبارہ اس سچویشن کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی، تمہاری طبیعت کا بہانہ بنا کر میں امی کی طرف آ گئی اور بہت سوچ بچار کے بعد میں نے سارا واقعہ امی سے کہہ ڈالا۔ امی نے ابا سے اور ابا نے جانے کس طرح تمہاری طبیعت کا احوال سنا کر تمہارے ابو کو واپس بلایا۔ امی اور ابا کی موجودگی میں، میں نے تمہارے ابو سے ساری روداد بیان کی اور اللہ کا کروڑوں احسان ہے کہ تمہارے ابو نے میرا یقین کیا۔ اس کے بعد ذوالفقار کے خاندان کے بزرگوں کو بلا کر امی، ابا اور تمہارے ابو نے یہ مسئلہ کس طرح حل کیا، میں نہیں جانتی لیکن اس دن کے بعد سے ذوالفقار دوبارہ آج نظر آیا ہے۔ میں نے ابھی تمہارے ابو سے کہا بھی کہ کیوں اسے ساتھ لے کر آئے ہیں تو ان کا جواب تھا کہ اپنی غلطی پر شرمندہ ہو کر اس نے سب سے معافی مانگ لی تھی اور اتنے سال مارے ندامت کے وہ

کبھی ان کے سامنے نہیں آیا۔ آج اتفاق سے انہیں مل گیا تو یہ مناسب نہیں تھا کہ غلطی مان کر معافی مانگ لینے کے اتنے سالوں بعد بھی وہ اس سے منہ موڑ لیتے، معافی مانگنے والے کا حوصلہ اور معافی دینے والے کا ظرف بڑا ہونا چاہیے۔'' انہوں نے رک کر دوپٹے سے چہرہ صاف کیا۔ ''میرے تو گمان میں بھی نہیں تھا کہ تم سالوں سے میری وجہ سے یہ عذاب سہہ رہی ہو، تمہاری حالت کی ذمہ دار میں ہوں، تمہاری ماں کا کردار......'' آصفہ کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی نور سرعت سے آگے بڑھ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گئی اور ان کے گھٹنوں پر سر رکھ کر سسکیاں لینے لگی۔

''مجھے معاف کردیں امی، مجھے معاف کردیں، پلیز مجھے معاف کردیں۔'' وہ مسلسل کہے جا رہی تھی۔

''میری بچی!'' آصفہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھیں لیکن آنسوؤں کا ایسا ریلا آیا کہ ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہ ہوسکا۔ نور کی آواز دھیمی ہوگئی تھی مگر وہ مسلسل معافی مانگے جا رہی تھی۔ امان جیسے ہوش میں آکر آگے بڑھا۔

''پلیز! آپ دونوں رونا بند کریں، کافی وقت ہوگیا ہے یہ نہ ہو کہ انکل آپ دونوں کو ڈھونڈتے ہوئے یہاں آجائیں۔'' اس کی بات بالکل درست تھی۔ آصفہ نے خود کو سنبھالا اور آنسو پونچھ کر نور کو شانوں سے تھام کر کھڑا کیا اور خود بھی کھڑی ہوگئی۔ نور کے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ گویا ہوئیں۔

''مبشر کے وقت تمہارے ابو نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔ تمہارے معاملے میں ہم دونوں سے کوتاہی ہوئی ہے۔ بچوں کے بدلے مزاج اور غیر معمولی رویے پر ہر والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر طرح سے جانچ پڑتال کر کے یقین کریں کہ اس کی کوئی غیر معمولی وجہ تو نہیں اور یہ بھی والدین کی خام خیالی ہوتی ہے کہ ان کی زندگی میں رونما ہونے والے حادثات بچوں سے مخفی رہیں گے یا بچوں پر ان کے اثرات نہیں پڑیں گے۔ تمہارے معاملے میں ہم نے ذرا بھی غور وخوض نہیں کیا۔ اگر کرلیتے تو تمہاری غلط فہمی تبھی دور ہوجاتی اور تمہیں سالوں یہ سب سہنا نہیں پڑتا۔ بطور والدین تمہارے لیے ہمارا کردار بڑا مایوس کن رہا ہے۔'' ان کا یہ افسوس اب عمر بھر کا تھا۔ ''کچھ اور تو نہیں ہے جو تم نے سب سے چھپا رکھا ہے؟''

نور نے اپنا جھکا سر نفی میں ہلایا۔

’’اب سب بھول جاؤ اور فریش ہو کر باہر آؤ ورنہ تمہاری صورت دیکھ کر تمہارے ابو جو سوال کریں گے ان کے جواب دینا پھر۔‘‘ آصفہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

’’یہ منہ دھو کر نارمل ہو جائے تو باہر لے آنا۔‘‘ انہوں نے امان سے کہا۔

’’جی۔‘‘ اس نے مختصر جواب دیا۔ وہ باہر نکلیں تو امان اس کے سامنے آیا۔

’’آج تم مجھ سے ایک وعدہ کرو۔‘‘ امان نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے۔ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ ’’کتنی بھی چھوٹی اور معمولی بات کیوں نہ ہو جو تمہیں پریشان کر رہی ہو، تم اسے خود تک محدود نہیں رکھو گی۔ تمہیں مجھ سے سوال کرنے، باز پرس کرنے، لڑنے جھگڑنے، سب کا حق حاصل ہے، کوئی حق نہیں ہے تو وہ ہے تنہا پریشان اور دکھی ہونے کا۔‘‘

نور کی آنکھیں پھر برسنے لگیں۔

’’وعدہ کرو۔‘‘ امان نے اس کے گالوں پر انگلیاں پھیر کر بہتے آنسو سمیٹے۔ نور نے اقرار میں گردن ہلائی۔

’’چہرے سے یہ سارے نشان مٹاؤ پھر انکل کے پاس چلتے ہیں۔‘‘

وہ فریش ہو کر باہر آئے تب تک ابو کے دوست جا چکے تھے۔ سالوں بعد نور کا دل ماں کی طرف سے صاف ہوا تھا اور سالوں بعد وہ بدلے احساسات کے ساتھ اس گھر میں رک کر سب کا ساتھ انجوائے کرنا چاہتی تھی۔ خاص طور پر امی کا۔ عادل اور عاصمہ کے آنے کے کچھ دیر بعد امان نے جب اسے چلنے کے لیے کہا تو اس نے چند دن وہاں رہنے کی اجازت طلب کر لی اور اسے مسکرا کر اجازت دیتے ہوئے وہ اندر سے بری طرح کراہ رہا تھا۔

’’آہ! ظالم عورت۔‘‘

❂......❂......❂

نور کو امی کی طرف ایک ہفتہ ہونے آیا تھا۔ آج بھی دفتر سے نکلنے سے قبل امان نے اس سے پوچھا تھا۔

’’لینے آؤں؟‘‘

اور نور کا جواب آیا تھا۔

’’آج نہیں۔‘‘ تب سے اب تک وہ خود کو کوس رہا تھا کہ اس نے لینے آؤں کیوں لکھا تھا، اسے ٹائپ کرنا

چاہیے تھا۔" میں آرہا ہوں، تیار رہنا۔"

کھانے اور نماز سے فارغ ہو کر وہ ٹی وی لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے نور کو دو بار فون لگایا لیکن ادھر سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا۔ اس نے ٹیکسٹ بھیجا وہ بھی ابھی تک اس نے پڑھا نہیں تھا۔

"ایسی بھی کیا مصروفیت!" اس نے سوچا۔ وہ بے زار سا ریموٹ سے چینل بدلے جا رہا تھا۔ "کل بنا اطلاع کے پہنچ جاؤں گا اور ساتھ لے کر آؤں گا۔" اس نے دل ہی دل میں طے کیا۔ تبھی دروازے کی گھنٹی بجی۔

"میں دیکھتی ہوں۔" صالحہ اسی وقت ہال میں آئی تھیں۔ اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کر کے انہوں نے دروازہ کھولا۔

"السلام علیکم۔" دروازے سے نور کی آواز آئی۔ وہ صحیح معنوں میں اچھل پڑا۔

وہ عادل بھائی کے ساتھ آئی تھی۔

"اتنا لیٹ کیوں آئی بیٹا، صبح آجاتی یا امان کو بلا لیتی شام میں۔"

"گھر میں بھی سب نے یہی کہا لیکن بس یہ اچانک کھڑی ہو گئی کہ ابھی گھر چھوڑ آئیں۔" صالحہ کی بات پر عادل نے کہا۔ وہ تینوں اسے دیکھ رہے تھے۔ نور گڑبڑا کر مسکرائی۔ اب کیا بتاتی کس کا خیال اور کون سی خواہش اسے یوں وہاں لائی ہے۔

"بس ایسے ہی دل کیا آجاؤں تو آگئی۔"

"چلو اچھا کیا، تم بھی بیٹھو میں کافی بناتی ہوں۔"

"آپ بیٹھے مما، میں بناتی ہوں۔" نور نے شانوں سے تھام کر انہیں صوفے پر بٹھایا۔

"آپ لوگ کافی پئیں، میں نکلوں گا۔" عادل بھائی نے کہا۔

"آپ کہاں آتے ہیں، اس بہانے آئے ہیں تو کچھ دیر تو رکیں، ویسے بھی کل سنڈے ہے۔" امان کا موڈ بڑا خوشگوار ہو گیا تھا۔

باتوں اور کافی کے دور کے بعد عادل بھائی چلے گئے تو وہ نماز پڑھنے کے لئے بیڈروم میں چلی آئی۔ صالحہ ٹی وی پر اپنا روزانہ والا سیریل دیکھ رہی تھیں۔ امان وہیں نور کی نماز ختم ہونے کے انتظار میں ویکلی میگزین کی ورق

گردانی کر رہا تھا۔ تبھی اس کا فون بجا، وہ اٹھاتا اس سے پہلے ہی رنگ بند ہوگئی۔ چند پل کے توقف کے بعد دوبارہ رنگ ہوئی اور بند ہوگئی۔ امان کے ہاتھ رک گئے اور آنکھیں کسی خیال کے تحت چمک اٹھیں۔ اس نے میگزین ٹیبل پر اچھال کر فون اٹھایا۔ دونوں مسڈ کالز نور کے نمبر سے تھیں۔ وہ چھلانگ لگا کر بیڈروم کی طرف بڑھا اور درمیان میں رکھی کافی ٹیبل سے ٹکرا گیا۔

''دیکھ کر، سنبھل کر، لگی تو نہیں؟'' صالحہ نے تشویش سے پوچھا۔

''نہیں مما، نیند آ رہی ہے، آپ بھی سو جائیں۔''

''ہاں بس یہ ختم ہو جائے، تم جاؤ آرام کرو، شب بخیر۔''

''شب بخیر۔''

وہ انہیں وہیں چھوڑ کر بیڈروم میں آیا۔ نور پلنگ کے قریب فون ہاتھ میں لیے کھڑی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس نے فون سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ امان نے قریب آ کر اپنے فون کا اسکرین اس کے سامنے کیا۔

''یہ......؟''

اس کے سوال کے جواب میں شرگیں مسکراہٹ، سرخ چہرے اور لرزتی پلکوں کے ساتھ نور نے سر جھکا لیا۔ امان نے فون پلنگ پر پھینکا اور ان کے بیچ موجود قدم بھر کا فاصلہ بھی مٹا دیا۔

''امان! میں......''

امان نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھاما تو اتنی دیر سے ترتیب دیے الفاظ اس کے ذہن سے غائب ہونے لگے۔ ویسے بھی امان کہاں کچھ سننے کے موڈ میں تھا۔ اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے امان نے سرگوشی میں اسے وارننگ ضرور دی تھی۔

''شٹ اپ۔''

...... ختم شد ......